1219

مشاہیرِ عالم کا شاندار سلسلہ

نمبر ۳

نیول چیمبرلین

وزیرِ اعظم سلطنتِ برطانیہ

جن کا نام اُن امن پسندانہ کوششوں کے لئے جو انہوں نے یورپ کو جنگ سے محفوظ رکھنے کے لئے کیں ہمیشہ یادگار رہے گا!

مترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم نازک کشالہ۔ انمول ہیرا۔ ستم ہوشربا وغیرہ

پبلیشرز نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

بار اول

قیمت ۱۲ ؍

ملاپ الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام ملک دل محمد پرنٹر چھپوا کر پبلشر نے
شائع کیا

پیش لفظ

اس دنیا میں بہت کم ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ خاندانی لیاقت اور قابلیت باپ سے بیٹے کو ودیعت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امیروں کے بیٹے گوار دیکھنے میں آتے ہیں تاہم استعداد ذہنی رکھنے والوں کی اولاد اکثر اس دولت سے محروم رکھی جاتی ہے شاذ و نادر اس طرح کے موقعے نظر آجاتے ہیں کہ ایک قابل مصنف کا بیٹا صاحب تصنیف یا کسی نامی سخنور کا نام لیوا قابل اور مشہور شاعر ثابت ہو۔ یہی بات دنیا کے نامور مدبروں اور سیاست دانوں کے بارہ میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ لیکن جس طرح ہر قاعدہ کے لئے مستثنیات ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اس مسلمہ قاعدہ کے خلاف بھی گاہ بگاہ حیرت انگیز مثالیں دیکھنے میں آجاتی ہیں مغرب میں فی زمانہ مسٹر ونسٹن چرچل کی مثال قابل ذکر ہے۔ جن کے والد مرحوم لارڈ رنڈلف چرچل اپنی فصاحت اور آتش بیانی کے علاوہ اپنی عدیم النظیر قوت یادداشت کے لئے خاص شہرہ رکھتے تھے۔ اپنے قابل باپ کی یہ ساری خوبیاں مسٹر ونسٹن چرچل میں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح کچھ نام اور بھی گنوائے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہمیں فی الحال جس نامور ہستی کا ذکر کرنا منظور ہے وہ مسٹر نیول چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ کی ہے۔ جن کے والد مسٹر جوزف چیمبرلین اور برادر اکبر مسٹر آسٹن چیمبرلین اپنے اپنے وقت میں مشہور سیاست دان اور مدبر ہو گذرے ہیں۔ مسٹر نیول چیمبرلین نے

برطانیہ کا نظم ونسق ہاتھ میں لینے کے بعد اپنی خاندانی روایات کو جس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ تازہ کیا ہے۔ اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ علاوہ بریں ان حالات میں ایک بات خصوصیت سے قابل ذکر یہ بھی ہے کہ اپنی عمر کے آخری حصّہ تک وہ نہ تو عوام کی نظروں میں اور نہ اپنے اقرباء کی نگاہ میں اتنی سیاسی استعداد کے مالک سمجھے جاتے تھے کہ کوئی ان کے متعلق وزیراعظم اور ایک نہایت کامیاب وزیراعظم بننے کی پیش گوئی کرسکتا۔ فی الحقیقت باپ کا تو یہاں تک خیال تھا کہ اس نے بیٹے کو میدان سیاست میں قدم رکھنے کے ناقابل پاکر اُسے اور کاموں کی تعلیم و تربیت دی تھی۔ لیکن قدرت نے جو شاندار جوہر انسان کی ذات میں پوشیدہ رکھا ہوا ہے وہ خود بخود وقت آنے پر ظاہر و نمایاں ہو جاتا ہے جن حیرت انگیز حالات میں مسٹر نویل چیمبرلین نے وزیراعظم برطانیہ کا مرتبہ حاصل کیا اور اس کوشش میں جن عظیم مشکلات کا مقابلہ ان کو کرنا پڑا۔ ان سب کا حال شرح و بسط کے ساتھ اور آئندہ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ناظرین دیکھیں گے کہ اُن کے حالات زندگی عجیب و سبق آموز ہیں۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس داستان زندگی کے پڑھنے والوں میں سے کسی ایک کا کرتا ہوا ارادہ بھی اس کتاب کے مطالعہ سے استوار و مستحکم ہو گیا تو سمجھا جائیگا کہ اس کتاب کی اشاعت بے مدعا ثابت نہیں ہوئی"

متھرا رام

۱۱۱۔ رام گلی نمبر ۲
لاہور

نیول چیمبرلین

باب - ۱

خاندانی اثرات

برطانیہ کے نامور مدبّر اور سابق وزیر جوزف چیمبرلین کے دو بیٹے تھے۔ بڑا جو پہلی شادی سے ہوا آسٹن چیمبرلین اور دوسرا عمر میں اُس سے چھ۶ سال چھوٹا۔ اس سوانح حیات کا ہیرو نیول چیمبرلین تھا۔ مسٹر جوزف چیمبرلین نے گذشتہ صدی کے آخری ایّام میں ایک موقعہ پر اپنے چھوٹے بیٹے نیول چیمبرلین کی نسبت پیشگوئی کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ کبھی ایک کامیاب سیاست دان نہیں بن

اب یہ کہنا سخت مشکل ہے کہ باپ اس واقعہ سے خوش تھا۔ یا اس نے ایک امر مجبوری سمجھا۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ اس نے اپنے بڑے بیٹے آسٹن کی تعلیم ہی ایسی دلائی تھی جو کسی ماہر معاملات سیاست کی حالت میں ضروری سمجھی جا سکتی ہے۔ اور چھوٹے بیٹے یعنی نیول کو کاروباری زندگی کے لئے تیار کیا تھا۔ خود نیول کی صابر طبیعت کا اندازہ اس بات سے جانا جا سکتا ہے کہ وہ اس طریق زندگی سے جو اس کے لئے سوچا گیا ہر طرح مطمئن تھا۔ فی الحقیقت اس کے بہت عرصہ بعد جب وہ اپنے وطن برمنگھم کی شہری زندگی میں نمایاں حصہ لے رہا تھا۔ اس نے ایک موقعہ پر یہ الفاظ کہے تھے۔ کہ میرا معاملات سیاست سے کیا واسطہ؟ اور بڑے بڑے سیاسی مسائل سے تو میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہو سکتا ٭

لیکن آدمی کی روح کا حال کس نے جانا ہے۔ جس وقت نیول جیمبرلین نے یہ الفاظ کہے تھے تو خود اس کو یا کسی اور کو کیا بھولے سے بھی اس کا خیال آ سکتا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا۔ جب دنیا کے نہایت پیچیدہ بین الاقوامی حالات میں اس کا نام چار دانگ عالم میں شہرہ ہو جائیگا۔ اس کے باوجود یہ امر واقعہ ہے۔ کہ جب بڑا بھائی آسٹن جو زیادہ چست و چالاک ہوشیار اور صاحب دماغ تھا اپنے باپ کا سیاسی جانشین بنا۔ تو نیول نے ہمیشہ اس کی طرف تعریف کی نظروں سے دیکھا۔ اس نے کبھی حرف شکایت زبان سے نہیں نکالا۔

ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کی عزّت کرتا رہا اور دل ہی دل میں اُس سے رشک بھی کھاتا رہا۔ دونوں بھائیوں کے مزاج میں شروع سے اختلافِ عظیم تھا۔ بڑا یعنی آسٹن ایک فصیح البیان مُقرر تھا۔ نیول سُست رہیلا اور خاموشی پسند۔ اُس نے تقریر کرنے کا ملکہ بڑی آہستگی کے ساتھ بتدریج ترقی حاصل کرکے کیا تھا۔

ایک موقعہ پر اُس نے کہا تھا "میں بارہا یہ سوچ کر حیران ہوتا ہوں کہ آسٹن کو اس خوبی سے تقریر کرنے کا ڈھنگ کہاں سے آگیا؟ بہر حال مجھے اس کی کامیابی پر رشک آتا ہے۔ میں نے کئی بار اُسے دیکھا ہے کہ ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر کسی ناول کے چند باب پڑھ لیتا ہے۔ ایک پرزۂ کاغذ پر کچھ یادداشتیں لکھ لیتا ہے اور بس اتنے سے ہی دوسرے دن ایک شاندار تقریر کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔"

جیسا ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔ قُدرت نے شروع سے ایک لائق اور کامیاب مدبّر کے دو بیٹوں کے لئے دو جُدا جُدا میدان تجویز کر دیئے تھے۔ ایک کی قسمت میں لکھا تھا کہ میدانِ سیاست میں اپنے باپ کے قدم بقدم چل کر خاندانِ چیمبرلین کا نام سارے عالم میں مشہور کرے۔ بلکہ وہ وہ باتیں کرکے دکھائے۔ جنہیں اُن کے باپ جوزف چیمبرلین نے کسی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور یہ تو ایک نہایت معمولی سی اُمید تھی کہ وہ زمانۂ آیندہ میں برطانیہ کلاں کا وزیر اعظم بنیگا۔ چھوٹے بیٹے نیول کے لئے یہ بات طے ہو چکی تھی کہ وہ کاروباری

زندگی اختیار کرے۔ اور اس طرح اقتصادیات میں پوری مہارت حاصل کر کے خاندان کی غیر منظم مالی حالت کی درستی میں مدد دے۔

اس کے بعد کئی سال گذر گئے۔ جوزف چیمبرلین کا انتقال ہو گیا۔ آسٹن چیمبرلین کو پارلیمنٹ میں بیٹھے بیس اور حلقہ وزارت میں داخل ہوئے پندرہ سال کا لمبا عرصہ گذر گیا۔ یہ ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔ لائیڈ جارج نے اپنی جنگی وزارت مرتب کی۔ اور اس خیال سے نئے نئے آدمیوں کو تلاش کر رہا تھا کہ برطانیہ کے روبرو ثابت کر کے دکھائے کہ آیندہ حقیقی کام پوری سرگرمی کے ساتھ کیا جائیگا۔ جنگ میں آخری فتح حاصل کرنے کی نیت سے ملک کی ساری منتشر طاقت یکجا کی جا رہی تھی۔ اس سے پیشتر برمنگھم کے قابل لارڈ میئر نیول چیمبرلین کا نام لائیڈ جارج کے کانوں تک بھی جا پہنچا تھا۔ اس نے سوچا ایک شاندار خاندان کی یادگار اس شخص کو اس میدان سے نکال کر جس میں وہ تب تک کام کرتا رہا تھا اس عظیم اصلاحی کام میں جو اسے درپیش تھا شامل کیا جائے۔ جب اس نے اپنا یہ ارادہ نیول چیمبرلین کے روبرو ظاہر کیا۔ تو اس کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ کسی کام کے لئے لندن آیا ہوا تھا اور واپس برمنگھم جانا چاہتا تھا کہ وزیر اعظم کا ایک قاصد ریل کے سٹیشن پر اسے ملا اور اسے اپنے ساتھ بلا کر لے گیا۔ اس دن سے اس کو محکمہ نیشنل سروس کا ڈائرکٹر جنرل مقرر کر دیا گیا۔ اس نئے سرکاری صیغہ کا کام یہ تھا کہ ملک کی طاقت پیداوار سے بڑی حد تک فائدہ

اٹھایا جائے اور جو لوگ فوجی خدمت کے لائق نہ ہوں انہیں واپس رکھتے ہیں اُن کو دوسرے کاموں سے فارغ کر کے میدان جنگ میں بھیج دیا جائے۔

وہ ایک ایسا زمانہ تھا۔ جب کوئی شخص ایسی ملازمت کے مستقبل اور اس کے باقی امکانات پر بالکل توجہ نہ دیتا تھا۔ صرف اتنی بات کافی سمجھی جاتی تھی۔ کہ برطانیہ جس شخص کو جنگی خدمات سر انجام دینے کے لئے بلائے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس بلاوے کی تعمیل کرے۔ یہ بات خود لائیڈ جارج کی زبانی ہے کہ میں اس وقت تک نیول چیمبرلین کے حالات سے کچھ بھی واقفیت نہ رکھتا تھا اور نہ اس سے پہلے کبھی میری اس سے خاص ملاقات ہوئی تھی۔ انتہا یہ ہے کہ اس نے اپنے معمولی طنزیہ پیرایہ میں کہا تھا۔ کہ "مجھے اس شخص کو پا کر کوئی خاص خوشی بھی حاصل نہ ہوئی تھی شاید اس بیان کی وجہ یہ ہو کہ جو بڑی بڑی تجویزیں سوچی گئی تھیں وہ عملی صورت اختیار نہ کر سکیں اور نیول چیمبرلین اس سات ماہ کے عرصہ میں کہ وہ نئے عہدہ پر رہا کوئی خاص کام کر کے نہ دکھا سکا۔ ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ لائیڈ جارج اور نیول چیمبرلین میں کسی طرح کی گہری وابستگی نہ تھی۔ ایسے دو آدمیوں کے مل کر کام کرنے کا نتیجہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ اور اسی طرح ہوا۔ عرصہ قلیل کے بعد چیمبرلین برمنگھم کو واپس چلا گیا۔ اور اگر لائیڈ جارج میں صحیح پیش بینی کا مادہ ہوتا تو پھر کبھی وزارت میں حصہ لینے وائٹ ہال نہ آتا۔ لائیڈ جارج نے نیول چیمبرلین کے متعلق اپنی رائے ان لفظوں میں ظاہر کی تھی کہ "اگر چہ یہ شخص میونسپلٹی

کے انتظامی معاملات کو خاطر خواہ چلا سکتا ہے اور مخصوص واقفیت بھی رکھتا ہے۔ تاہم نہ اُس کے اندر کسی کام کی ابتدا کرنے کا مادہ پایا جاتا ہے نہ اس میں زور ہے نہ تخیل"، لیکن کئی اور باتوں کی طرح اس معاملہ میں بھی واقعات نے ثابت کر کے دکھایا کہ لائیڈ جارج میں صحیح پیش بینی کا مادہ نہ تھا۔

نیول چیمبرلین نے جو سات ماہ کا عرصہ لندن میں گذارا تھا۔ اُس نے اس کی ذات پر گہرا اثر ڈالا۔ اب وہ اس طرز کا آدمی نہ رہا تھا۔ جس نے چند سال پیشتر یہ بات کہی تھی کہ "میرا ارادہ نہ اب اور نہ آئندہ کسی موقعہ پر پارلیمنٹ میں داخل ہونے کا ہے۔ میں تو ایک سادہ کاروباری آدمی بننا چاہتا ہوں اور بس!" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ تحریک اُس کی بیوی کی تھی۔ جس نے اس کو ۱۵ سال کی عمر میں اپنے باپ اور بھائی کی تقلید پر آمادہ کیا۔ لیکن ایسا ہو یا نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وائٹ ہال میں رد کر جو تجربہ اس نے حاصل کیا تھا۔ وہی سب سے بڑھ کر اُسے اس بات کا یقین دلانے والا تھا۔ کہ اس کا مستقبل ویسٹ منسٹر سے وابستہ ہے مگر اس بحث سے قطع نظر یہ امر واقعہ ہے کہ برمنگھم واپس جانے کے دو سال بعد اُس نے ۱۹۱۸ء کے انتخاب پارلیمنٹ میں حصّہ لیا۔ اور اس موقعہ پر اپنے علاقہ لیڈی وڈ کی طرف ۔ ۔ ۔ ووٹوں کی کثرت سے ممبر منتخب ہو گیا۔

اس کے بعد پھر کم و بیش بیس سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس دوران

میں سلطنت برطانیہ کو بعض نہایت مشکل حالات سے گذرنا پڑا۔ شاہِ ایڈورڈ ہشتم کا عہد حکومت کس طرح ڈرامائیک حالات میں ختم ہوا۔ اس کا حال ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ایک اس طرح کا نازک زمانہ تھا۔ اور اس کے سلسلہ میں بادشاہ کے تخت سے دست بردار ہونے کا واقعہ اس قسم کی غیر معمولی اہمیت رکھتا تھا کہ انگلستان کے آئین اور معاشرتی زندگی کو سنگلاخ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ قدرت کو یہ بات منظور تھی۔ کہ بادشاہ سلامت اور وزیر اعظم بالڈون کے درمیان ایک خوشگوار کشاکشی کا آغاز ہو جائے اور اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اس کشمکش میں آخری فتح محافظِ آئین کی حیثیت میں بالڈون کے لئے زیادہ عرصہ تک عہدہ وزارت پر مامور رہنا ناممکن ہو گیا۔ تمام خیال یہ ہے کہ اگر یہ نازک حالات پیش نہ آتے۔ تو بھی بالڈون کا ارادہ تھا کہ قلمدانِ وزارت اور اس کے متعلقہ ذمہ داریاں کسی نوجوان جانشین کے سپرد کر کے علیحدہ ہو جانا۔ اس کا جسم کمزور ہو چکا تھا۔ کانوں میں شدید تکلیف تھی۔ پس وہ ایک لمبے عرصہ تک ایشیائے عظیم سے کام لے کر خدمت بجالانے کے بعد اب امن و سکون کا متلاشی تھا۔ جب شاہِ ایڈورڈ کی تخت سے دست برداری کا نازک معاملہ پیش آیا۔ تو اس نے اپنے عہدہ کی ذمہ داریاں ترک کرنے کا اچھا موقعہ سمجھا۔ چنانچہ ادھر نئے بادشاہ جارج ششم کی تاجپوشی عمل میں آئی۔ اور اُدھر بالڈون نہ صرف اپنے عہدہ سے الگ ہو گیا۔ بلکہ اس نے میدانِ سیاست کی سرگرمیوں کو بھی خیرباد

کہا۔ اس کا جانشین وہ آدمی تھا۔ جسے اُس نے تربیّت دے کر اس عہدہ کے لئے تیار کیا تھا یعنی نیول چیمبرلین۔ جس کے حالاتِ زندگی ہم قلمبند کرنے لگے ہیں:۔

غرض ان حالات میں تیسرے چیمبرلین نے وہ عروج حاصل کیا۔ جو اس نام کے دو سابقہ مدبّر (جوزف چیمبرلین اور آسٹن چیمبرلین) حاصل نہ کر سکے تھے۔ یعنی وہ حکومت برطانیہ کے سب سے اعلیٰ عہدہ پر متمکن ہو گیا۔ سیاسی حلقوں میں ہر شخص نئے وزیر اعظم کی حیرت انگیز قابلیتوں اور غیر معمولی تجربوں سے واقف تھا۔ سچ پوچھئے۔ تو یہ اس کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اس کے وزیر خزانہ ہونے کے عرصہ میں برطانیہ اپنی مالی اور اقتصادی مشکلات پر غالب آنے کے قابل ہوا۔ مشترکہ قومی وزارت کی تعمیر میں اُس کی موجودگی ایک زبردست بنیادی ستون کا درجہ رکھتی تھی۔ اس طرح وزارت کے کئی اور عہدوں پر مامور رہ کر اُس نے شاندار خدمات سرانجام دی تھیں۔ لیکن ساری باتوں کے باوجود جب نیول چیمبرلین وزیر اعظم بنا۔ تو اُس کا عوام پر کوئی خاص اثر پیدا نہ ہوا۔ لوگوں نے اس تبدیلی وزارت کو ایک معمولی اور رسمی کارروائی سمجھا۔ جس کا تعلق کنسرویٹو پارٹی کے اندرونی انتظامات سے تھا۔ خیال کیا جاتا تھا کہ نیا وزیر اعظم نہ بہت اچھا اور نہ بُرا وجہ یہ کہ اس وقت تک اس کا عوام سے کوئی خاص قریبی واسطہ ہی نہ پڑا تھا اور ساتھ ہی وہ اپنی گہری متانت اور سنجیدگی کی وجہ سے اس قابل بھی نظر نہ آتا تھا۔ کہ عوام میں کوئی خاص ہر دلعزیزی حاصل کر سکے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ

کہیں کہیں لوگ اس طرح کے کلمات تضحیک بھی کہتے سنے گئے کہ۔
"برطانیہ نے ایک نہا قد بڈھا ڈھونڈا ہے۔ جس میں نہ تخیل کی وسعت
ہے اور نہ خیالات کی بلندی۔ وہ حکومت کے جہاز کی کیا ناخدائی کریگا"
خیر یہ زمانہ بھی گذر گیا۔ امن کے دِن بڑے بھلے جیسے تھے کٹ
گئے۔ نیول چیمبرلین ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو وزیراعظم بنا تھا۔ اس کے بعد
مشکل سے ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا ہوگا۔ کہ ایک روز بے شمار خلقت
ہیسٹن کے ہوائی میدان میں جمع دیکھی گئی۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ نیول چیمبرلین
تیسری مرتبہ جرمنی کا پھیرا کر کے آیا تھا۔ لندن میں ہر طرف خوشیوں کی دھوم
تھی۔ چند روز پہلے جس ہیبت ناک عالمگیر جنگ کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔
وہ ٹل گئی۔ کس کی کوششوں سے؟ ... نیول چیمبرلین کی۔ دُنیا تہ دل
سے اس کی شکر گذار تھی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کسی فاتح جرنیل کا بھی اس
دھوم دھام سے خیر مقدم نہ کیا گیا ہوگا۔ جس سے نیول چیمبرلین کا ہوا۔
ہزاروں آدمی قصر بکنگھم کے سامنے کھڑے تالیاں بجانے اور شجاع
وقت محافظ امن چیمبرلین کو دیکھنے کے لئے بیقرار تھے تاریخ میں پہلی مرتبہ
قصر شاہی کی بالکونی پر بادشاہ اور ملکہ کے پہلو بہ پہلو ایک عام آدمی اور اسکی بیوی نمودار ہوئے ہوں تو خلقت
بادشاہ کا بھی تو دل سے احترام کرتی تھی۔ تاہم یہ تمام جوش و خروش چیمبرلین کے لئے تھا۔ بعد ازاں
ایسے ہی پُر جوش مظاہرے ڈاوننگ سٹریٹ میں جہاں وزیر اعظم کے
رہنے کا سرکاری مکان ہے دیکھے گئے۔ لوگوں کے دل کو اس وقت تک
صبر و قرار نہ آیا۔ حتیٰ کہ چیمبرلین نے بذات خود کھڑکی میں کھڑے ہو کر

ایک چھوٹی سی تقریر کی۔ مگر وہ ایک ایسی تقریر تھی جس نے عالمگیر شہرت حاصل کرلی کیونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں ہر ایک لفظ جو وزیر اعظم کے مُنہ سے نکلتا تھا۔ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو جاتا تھا۔ حالات ثابت کر رہے تھے کہ وہ نہ صرف اپنے ملک بلکہ سارے عالم میں ہر دلعزیزی حاصل کرتا جا رہا ہے۔ باقی ملکوں کا حال تو رہنے دیجئے۔ خاص جرمن میں لوگ اس کی امن پسندانہ کوششوں کی وجہ سے اس کے بدرجہ غایت مداح بن چکے تھے۔ فرانس کے صدہا شہروں میں سڑکوں اور بازاروں کے نام اس کے نام پر رکھے گئے۔ پرتگال اس کے اعزاز میں ایک شاندار یادگاری ستون قائم کرنا چاہتا تھا۔ ہنگری نے تجویز کیا کہ نوبل انعام پانے والوں میں اس کا نام شامل کیا جائے۔ سوئٹزرلینڈ میں اس کی یادگار قائم کرنے کے لئے چندے فراہم ہونے لگے۔ سکنڈے نیویا نے اپنی بہترین ندی جس میں عمدہ سے عمدہ مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔ شکار کھیلنے کے لئے اس کو پیش کردی اسی طرح نوآبادیوں سے تعریف کے پیغام آنے لگے۔ غرض ستمبر ۱۹۳۸ء میں وہی نویل چیمبرلین جس کے متعلق اس کے باپ نے کہا تھا کہ "وہ امورِ سیاست میں حصّہ لینے کے لئے پیدا نہیں ہوا" تاریخ عالم میں مشہور و معروف ہو چکا تھا۔ جو کچھ اس نے اپنے عہدۂ وزارت میں کیا وہ اچھا ہے یا بُرا۔ اس کا فیصلہ تو آئندہ نسلیں ہی کرسکیں گی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس کی عظمتِ انسانی نے ساری دنیا کو فتح کر لیا ہے ۔

اپنی عمر کے ۶۹ سال تک نیول چیمبرلین کی زندگی میں کوئی خاص قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا اس نے جو حیرت انگیز شہرت اور بزرگی حاصل کی۔ وہ ان غیر معمولی حالات کا نتیجہ تھی۔ جنہوں نے امن اور جنگ کے مسئلہ عالمگیر کا فیصلہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ جس وقت ہم اس شخص کی زندگی کی دو انتہاؤں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔ یعنی اس زمانے کے حالات کا جب وہ برمنگھم میں ایک معمولی محاسب تھا۔ اس زمانہ سے جب اس نے ۱۹۳۸ء کو موسم خزاں میں لندن میں خلقت کی دادِ تحسین حاصل کی۔ نیز جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں۔ کہ کس طرح وہ آدمی جو سالہا سال تک اپنے باپ اور بڑے بھائی کے سایہ میں پس انداز رہا تھا۔ ناگہاں عروج کی انتہائی چوٹی پر پہنچ گیا۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ نیول چیمبرلین کی زندگی کا یہ زمانہ کسی ناول یا افسانہ کے ہیرو کے حالاتِ زندگی سے کم رومان انگیز نہیں ہے ؛

باب ۲

لائق باپ کا لائق تر بیٹا

جب نیول چیمبرلین برطانیہ کا وزیر اعظم بنا۔ تو اس کے تیز تر نکتہ چینیوں میں سے ایک یعنی ہیرلڈ لسکی نے جو مشہور روزنامہ "ڈیلی ہیرلڈ" کا ناشر ہے اظہار رائے کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حقیقی معنوں میں چیمبرلین انگلستان کے طبقہ متوسط کے ایک معمولی قائمقام کی حیثیت میں ڈاؤننگ سٹریٹ والے مکان میں قدم رکھنے لگا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ڈاؤننگ سٹریٹ کے محلہ میں نمبر (۹) کا مکان سرکاری طور پر برطانیہ کے وزرائے اعظم کی سکونت کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے اور یہ بات ہر شخص کو تسلیم ہے کہ نسلوں تک چیمبرلین کے خاندان کا تعلق اسی طبقہ متوسط سے رہا ہے جب سے موجودہ وزیر اعظم کے والد ماجد جوزف چیمبرلین کی زبردست شخصیت عوام کے روبرو آئی برمنگھم کا صنعتی قصبہ جہاں کہ وہ رہنے والے تھے اس خاندان کی جائے سکونت کے طور پر مشہور رہا ہے لیکن واقعہ میں اس خاندان کے

کے لوگ لندن ہی کے رہنے والے ہیں۔ ضمناً ایک بات اور بھی قابلِ ذکر ہے یعنی چیمبرلین کا خاندان خالص انگریزی ہے۔ اور اس کے افراد کی رگوں میں ایک قطرہ بھی غیر ملکی خون کا نہیں پایا جاتا۔ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اٹھارہویں صدی میں اس خاندان کے آدمی لندن کے سٹی کارپوریشن میونسپلٹی کے معاملات میں زیادہ حصہ لینے لگے تھے۔ بہر حال عام خیال یہ ہے کہ اس خاندان کا پہلا نامعلوم جد ولٹ شائر سے اٹھ کر لندن میں آباد ہوا۔ شاہ جارج اوّل کے زمانہ میں اس جگہ پہنچا تھا۔ اور اس خاندان کی قدامت پسندی کی ایک اور نمایاں مثال یہ ہے کہ یہ آدمی وہی تجارت کرتا تھا جو اس خاندان کے لوگ اس سے پہلے ڈیڑھ صدی کے لمبے عرصہ میں کرتے رہے تھے۔ اور وہ تجارت کیا تھی؟ کفش دوزی کی محنت اور مشقت پر مبنی ایک ایمان دارانہ تجارت۔ جس میں اس خاندان کے افراد نے ہمیشہ نمایاں کامیابی اختیار کی۔

نیول چیمبرلین کا باپ جوزف چیمبرلین جو ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوا۔ اپنے باپ کا تیسرا بیٹا تھا۔ چونکہ یہ خاندان ہمیشہ معززانہ اور آسودہ حال رہا ہے۔ اس لئے بچوں کو اچھی تعلیم دلانے میں کبھی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ جوزف نے چھوٹی عمر میں ہی نہایت حیرت انگیز قابلیت کے نمایاں ثبوت دینے شروع کر دیئے تھے۔ مدرسہ کی ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جوزف کا باپ یقینی طور پر اس کو یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتا۔ اگر اس زمانہ میں آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کی

طرف سے مذہبی اختلاف رائے رکھنے والوں پر بعض پابندیاں عاید نہ ہوئیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ۱۸ سال کی عمر میں جوزف چیمبرلین کو اپنے والد کی تجارت میں شریک ہونا پڑا۔ اور ممکن ہے اس کی عمر یونہی گذر جاتی لیکن خاندان کی مالی حالت بہتر ہو جانے سے اس کے لئے قسمت آزمائی کا نیا میدان کھل گیا۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں میں سے جن اصحاب کو سامان آہن گری سے واقف ہونے کا موقعہ ملا ہے وہ خوب جانتے ہوں گے کہ فی زمانہ نیٹل فولڈ کے پیچ کتنے مشہور ہیں۔ درحقیقت یہ پیچ امریکہ میں ایجاد ہوئے تھے۔ اور ان کا پیٹنٹ جوزف چیمبرلین کے ماموں یعنی بڑے جوزف چیمبرلین کے خسر پورہ جان سٹن نیٹل فولڈ نے خرید لیا تھا۔ اس کا ارادہ ایک کارخانہ قائم کر کے ان پیچوں کو وسیع پیمانہ پر تیار کرنے کا تھا اس کے لئے مزید سرمایہ کی ضرورت تھی۔ نیٹل فولڈ نے اپنے بہنوئی بڑے چیمبرلین سے شرکت کی درخواست کی اور وہ آمادہ ہو گیا۔ فیصلہ یہ تھا کہ کارخانہ برمنگھم میں کھولا جائے۔ جس وقت شراکت کی شرطیں ہوئیں۔ تو بڑے چیمبرلین نے ایک ہوشیار کاروباری آدمی کی حیثیت میں نئے کام پر نگرانی رکھنے کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ میرا بیٹا جوزف چیمبرلین کارخانہ میں شامل ہو۔ یہ منظور کر لی گئی اور کام بھی خوب چل نکلا۔ کارخانہ کی طرف سے نہ صرف ایک نئی چیز وسیع پیمانہ پر تیار ہونے لگی بلکہ اس میں اشتہار بازی اور فروخت سامان کے بھی نئے نئے طریقے اختیار کئے گئے۔ دن اچھے تھے۔ دنیا میں آسودگی کا دور تھا۔ سکے کو ہاتھ ڈالا

زرِ سونا بن گئی۔ چیمبرلین کا خاندان دنوں میں نہال ہو گیا۔ فی الحقیقت اتنی حیرت انگیز کامیابی اس کارخانہ کو حاصل ہوئی۔ کہ ۳۸ سال کی عمر میں جوزف چیمبرلین اس قدر روپیہ کما کر جو اس کی رائے میں ہر طرح کافی اور شافی تھا۔ کاروبار سے علیحدہ ہو گیا اور کارخانہ میں اپنی پتی ایسے شخصوں پر فروخت کر دی کہ کارخانہ کی مالی حالت مستقل طور پر محفوظ ہو گئی۔ عام اندازہ ہے مطابق وہ جب بیس سال کے بعد کاروبار سے علیحدہ ہوا تو ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ بطور منافع حاصل کر چکا تھا ؛

لیکن فلک کج رفتار کی ٹیڑھی چالیں مشہور ہیں۔ اُسے کسی آدمی کا عیش و آرام نہیں بھاتا۔ جوزف چیمبرلین نے جہاں کاروباری زندگی میں اتنی حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ وہاں خانگی زندگی میں کئی طرح کی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اُس کی پہلی بیوی ہیریٹ جو ایک مالدار آہن فروش کی بیٹی تھی۔ اپنے دوسرے بچہ آسٹن کی ولادت سے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئی۔ جوزف چیمبرلین کی عمر اس زمانہ میں صرف ۲۸ سال کی تھی۔ اس مصیبت نے اس کو دل شکستہ کر دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ زندگی میں اس کی راحتوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو چکا ہے۔ وہ بارِ تنہائی اُٹھانے کے ناقابل تھا۔ بچوں کی پرورش اس کے لیے ناممکن تھی۔ اُن کے لیے ماں کا سایہ مہیا کرنا ضروری تھا۔ لیکن دوسری جانب اس کو دوسری شادی سے طبعی نفرت تھی۔ انہی دنوں اُس کی ملاقات اپنی مرحوم بیوی کی ایک چچا زاد بہن فلارنس سے ہو گئی۔ دونو

کے مزاج میں کچھ ایسی مطابقت پائی گئی۔ کہ وہ جو پیشتر دوسری شادی سے گھبراتا تھا۔ اس تجربہ کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ جوزف چیمبرلین کی دوسری شادی اُس کی پہلی شادی کے برابر راحت بخش ثابت ہوئی۔ دو بچے پہلی بیوی سے تھے۔ چار اب پیدا ہوئے اس کے بعد دوسری بیوی بھی پانچویں بچہ کے تولد کے موقعہ پر مر گئی اور بچہ بھی اس کے ساتھ ہی چل بسا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب آسٹن چیمبرلین کی عمر تیرہ اور نیول چیمبرلین کی صرف چھ سال تھی ؛

اس سانحہ کی بدولت چیمبرلین والوں کی زندگی بھر تلخ ہو گئی۔ سب سے زیادہ تکلیف کا سامنا نیول کو کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ بچارا چھوٹی عمر میں ہی ماں کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گیا تھا۔ نیول کی ماں سنجیدہ مزاج کی متین عورت تھی اور نیول نے اپنے مزاج کی ساری خصوصیتیں اس سے ورثہ میں پائی تھیں۔ بچپن میں ماں کے گذر جانے سے یہ اور بھی نمایاں صورت اختیار کر گئیں۔ لیکن ان تلخیوں کے باوجود جو چھوٹی عمر میں ہی اس کے حصہ میں آئی تھیں۔ نیول نے تعلیم میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ وہ اچھا طالب علم اور اس سے بھی اچھا کھلاڑی تھا مگر اپنے ہم جماعتوں سے اس کا میل جول بہت ہی کم تھا اور وہ اُسے گُھنا۔ خاموشی پسند اور کتاب کا کیڑا وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے تھے ؛

یہ بات چھوٹی عمر میں ہی ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھی۔ کہ اگرچہ دونوں بھائیوں میں سے چھوٹے کے اندر ادب و احترام حاصل کرنے

کا ملکہ پایا جاتا ہے۔ تاہم اس میں وہ خصوصیتیں موجود نہیں۔ جن کی بدولت کوئی شخص ہر دلعزیزی حاصل کر سکے۔ جیسا پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ وہ عوام کے سامنے بہت خاموشی پسند تھا۔ البتہ قدرتی مناظر میں اس کی طبیعت خوب کھلتی تھی۔ اس کو پھولوں۔ پرندوں۔ تتلیوں اور دوسری تمام جاندار چیزوں سے جو جنسی انسانی کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں پائی جاتی ہیں گہری محبت تھی اور وہ محبت آج تک اس کے مزاج میں اتنی مستحکم ہے۔ کہ گو وزیر اعظم کی حیثیت میں اس کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ مصروفیتوں میں گذرتی ہے اور بیشمار سیاسی مسایل اپنی پیچیدگیوں کے ذریعہ سے اس کو پریشان کئے رکھتے ہیں۔ تاہم پرندوں اور چڑیوں کا اب بھی اتنا ہی شوق اس کو ہے۔ جتنا کسی زمانہ میں تھا۔

جب نیول چیمبرلین تعلیم ختم کر کے رگبی سے نکلا۔ تو اس کے والد نے میدان سیاست میں کافی شہرت حاصل کر لیا تھا۔ اور یہ شہرت اس کے دم آخر تک قایم رہی۔ ہر چند ہم اس کتاب میں صرف نیول چیمبرلین کے حالات زندگی لکھنا چاہتے ہیں۔ تو بھی اس کے باپ کے حالات زندگی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ حالات تاریخ برطانیہ کا ایک جزو خاص بن چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نیول چیمبرلین کی شخصیت اور اس کی داستان ترقی بیان کرتے ہوئے ہم چند مختصر الفاظ میں اس کے باپ جوزف چیمبرلین کے حالات لکھنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ انہی سے معلوم ہوگا کہ دونوں بیٹوں نے باپ کی قائم کردہ روایات کو کس طرح

تازہ رکھا۔

اگر جوزف چیمبرلین کے تمام حالات زندگی کو دیکھا جائے تو وہ آسٹن کے حالات کے مقابلہ میں نیول کے حالات سے زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ اُس کو بھی میدانِ سیاست میں قائم جمانے سے پیشتر کسی طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن بڑے بیٹے آسٹن کے لئے راستہ بالکل صاف تھا جب وہ تعلیم مکمل کر کے یونیورسٹی سے نکلا۔ تو باپ نے پہلے سے اس کے لئے ایک انتخابی حلقہ تیار کر کے رکھا ہوا تھا۔ باپ پہلے ہی مشہور اور ذی اقتدار بن چکا تھا۔ اس کی مدد سے پہلو بہ پہلو بیٹے کے لئے قدم آگے بڑھانا ذرا بھی مشکل ثابت نہ ہوا۔ لیکن جوزف چیمبرلین کو اپنی کوششوں میں اس قسم کا سہارا بالکل حاصل نہ ہوا تھا۔ اس کے برعکس جب ملک کی دونوں مشہور سیاسی پارٹیوں کے لیڈر ایک ہی بلند سماجی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کو سوشل طور پر خالی از آریسٹ سمجھا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کافی معزز اور مالدار تھا۔ اور اپنے وطن برمنگھم میں لوگ اس کی عزت بھی بہت کرتے تھے۔ اُسے اس بات کا فخر تھا۔ کہ محض اپنی کوششوں سے اتنا اونچا درجہ حاصل کیا۔ تاہم جاننے والے جانتے تھے۔ کہ آخر ایک کفش دوز کا بیٹا ہے۔ اس کے باوجود وقت آیا۔ جب اپنے جدید ترین ڈیزائن کے فراخ کوٹ میں پھول لگائے ہوئے ایک آنکھ پر شیشہ چڑھائے جوزف چیمبرلین ملکہ وکٹوریہ کی پارلیمنٹ کے نہایت مشہور امیرزادہ ممبروں کے ہم پلہ شمار کیا جانے لگا۔ اس کی خوش اندام چھریری صورت

نہایت تنگ اور ظرافت کا پہلو سمجھنے والے خد و خال اکثر حالتوں میں نہایت قدیم النصب امیرزادوں کے دلوں میں بھی حسد کی آگ پیدا کرتے تھے۔ اس کے باوجود جوزف چیمبرلین نے کبھی تفریحات کے حلقوں میں نام رکھ کر اپنی حسب نسب کے متعلق لاف زنی کی کوشش نہیں کی۔ اپنی خاندانی حقیقت سے وہ بھی اتنا ہی واقف تھا۔ جتنا موجودہ وزیراعظم جس نے گفتشن ووٹروں کی ایک جماعت کے روبرو تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ خالص نیلا خون میری رگوں میں موجود ہے یا میرے اسلاف بڑے اور وہ تھے۔ اس کے باوجود مجھ کو ایماندار لوگوں کی اولاد ہونے کا اتنا ہی فخر ہے جتنا اس صورت میں ہوتا۔ کہ میرے اسلاف چمکیلے زرہ بکتر سے ملبوس اور بھاری کھانڈوں سے مسلح ہوتے"

جس طرح جوزف چیمبرلین برمنگھم کی میونسپل زندگی سے نکل کر میدانِ سیاست میں داخل ہوا تھا اسی طرح ۴۰ سال بعد بیٹے (نیول چیمبرلین) نے کیا۔ شروع شروع میں جوزف چیمبرلین کو صرف خاص مسائل سے دلچسپی تھی۔ مثلاً تعلیم عام، حفظِ صحت وغیرہ۔ بعد ازاں جب دولتمند ہوجانے پر اس کو پبلک معاملات میں زیادہ حصہ لینے کا موقعہ ملا۔ تو اس نے اپنے شہر کے مسایل سے گہری دلچسپی لینی شروع کی۔ ان ایام میں اس کا عام رویہ بالکل ویسا ہی تھا۔ جیسا زمانہ کی موجودہ اصطلاح میں ایلین بائرو کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی کوشش سے جتنی اصلاحات میونسپلٹی میں ہوئیں۔ ان سب میں اس نے غریبوں اور خاص کر مزدوروں

کی بہتری کا خیال رکھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہر قسم کے سیاسی رجحانات کے باوجود خاندان چیمبرلین میں سوشل اصلاح کا خیال ہمیشہ زبردست رہا ہے۔ اور انہی کی بنا پر جوزف چیمبرلین نے اپنی ابتدائی سیاسی کوششوں کا آغاز کیا تھا۔ شروع میں لبرل پارٹی میں شامل ہوا لیکن جلدی ہی اس پارٹی کے اندر ایک نا گروہ تیار ہو گیا۔ جوزف چیمبرلین جس کی مرکزی شخصیت تھا۔ یہ لوگ اور بھی زیادہ آزاد خیال تھے۔ اور اُن کی آواز اس زمانہ میں نہایت تند و تیز تھی۔ کبھی کبھی تو جوزف چیمبرلین کی آزادروی کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے دشمن بن گئے تھے۔ حتیٰ کہ جب وہ پارلیمنٹ میں داخل ہوا تو خیال کیا جاتا تھا۔ وہ پورا انقلاب پسند ہے۔ اور اس کو ملک کے اعلیٰ طبقوں اور بلند رتبہ انسٹی ٹیوشنوں کی عزت کا بھی خیال نہیں۔ اگر کوئی شخص جوزف چیمبرلین کی وہ تقریریں جو اُس نے ابتدائی دور سیاست میں کی تھیں پڑھے تو اُسے اس کے الفاظ کی جرأت و بیباکی پر یقیناً حیرت ہوگی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آج اس کی زبان سے نکلے ہوئے بعض فقرے آج کل انتہا پسند اشتراکیوں کے کسی جلسے میں دہرائے جائیں تو لوگ خوب ہی داد تحسین دیں۔ ایک وقت میں تو وہ اس خیال کا بھی حامی بن گیا تھا کہ برطانیہ کلاں کو سلطنت کی بجائے جمہوریت بنا دیا جائے اور یہ ایک ایسی خطا تھی۔ جس کے لئے اُس کے مخالفوں نے کبھی معاف نہ کیا۔ اس کے دشمن بھی کہا کرتے تھے کہ وہ اتفاقی طور پر سلطنت کا حامی ہے جمہوریت ہے اور جب

اس کے چند سال بعد شاہی خاندانوں کے اس دشمن کو بادشاہ سلامت کی گورنمنٹ میں ذمہ واری کا عہدہ مل گیا۔ تو لوگ حیران و ششدر رہ گئے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جوزف چیمبرلین نے کسی موقعہ پر جمہوریت کی حمایت نہ کی تھی۔ البتہ اس کا خیال تھا کہ زمانہ مستقبل میں شاید حالات ایسے پیش آئیں کہ ملک کے اندر جمہوری طرز حکومت قائم ہو جائے۔

ایک مرتبہ اس نے پیش گوئی کی تھی کہ یورپ کے براعظم میں جلد یا بدیر جمہوری طرز حکومت ضرور قائم ہو جائیگا۔ جہاں تک میرے اپنے خیالات کا تعلق ہے میں اس امکان سے ذرا نہیں جھجکتا۔ لیکن ایک جوزف چیمبرلین پر کیا موقوف ہے۔ اس زمانہ میں مختلف طبقات کے بہت سے لوگ ایسے ہی خیالات رکھتے تھے۔ ان میں اور جوزف چیمبرلین میں اگر کچھ فرق سمجھا جا سکتا ہے تو یہ کہ اول الذکر میں اپنے خیالات کے اظہار کی جرأت نہ تھی۔ اور آخر الذکر میں تھی اور اس سلسلہ میں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ اپنے خیالات کو بے دھڑک ظاہر کرنے کی عادت شروع سے خاندان چیمبرلین کے نام لیواؤں میں قائم چلی آئی ہے۔ چنانچہ نیول چیمبرلین نے بھی اپنے والد کی طرح کئی مشکل اور خطرناک حالتوں میں اسی بے خوفی کا ثبوت دیا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس زمانہ میں جوزف چیمبرلین نے جمہوری طرز حکومت کے حق میں اظہار خیالات کیا تو فرانس کی دوسری بادشاہت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کی وجہ سے یورپ کے ہر حصہ میں جمہور پسندی کی لہریں اٹھنے لگی تھیں۔ اس کا اثر کسی حد

تک برطانیہ پر بھی ہوا۔ اس کے علاوہ یہی وہ زمانہ تھا جب ملکہ وکٹوریہ جو ابتداء
آغاز اپنی رعایا میں ہر دل عزیز ہوئی محض اس وجہ سے کہ وہ عرصہ دراز تک
شہزادہ البرٹ کے سوگ میں خلوت نشین رہی۔ عام رعیت سے کچھ علیحدگی سی
اختیار کرنے لگی تھی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جوزف چیمبرلین کی طرف سے
جو کچھ ہوا وہ اس کے اپنے خیالات سے بہت زیادہ عام حالات کا نتیجہ تھا۔

مگر ان تمام باتوں سے قطع نظر اس میں کلام نہیں کہ جوزف چیمبرلین نے اپنی انتھک کوششوں سے ملک کی لبرل جماعت کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اس نے برمنگھم میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے جو آرگنائزیشن قائم کی تھی۔ وہ ایک تحریک عظیم کی بیخ و بنیاد ثابت ہوئی۔ جس نے انجام کار سارے ملک کو اپنے ہمہ گیر اثرات میں لے لیا۔ اس نے برمنگھم کی میونسپلٹی میں جو شاندار خدمات سر انجام دی تھیں۔ وہ اس کی عظیم ہر دلعزیزی کا موجب ثابت ہوئیں۔ حتیٰ کہ زیادہ تر طبقہ متوسط کے لوگ اور مزدور جماعتیں تو اس کی پرستار بن گئیں۔ غریب لوگوں کے لیے جو اصلاحات اس کی طرف سے عمل میں لائی گئیں۔ ان میں سے چند ایک حسب ذیل تھیں :-

(۱) گیس اور پانی کی بہم رسانی کا انتظام شہر والوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ؛

(۲) شہر کے اس حصہ میں جہاں کارخانے واقع ہیں۔ صفائی کا عمل حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ پورا کیا گیا ؛

نیز ایسی ہی کئی اور اصلاحات عمل میں لائی گئیں۔ جن کے بیان کی اب

علیحدہ کتاب درکار ہوگی۔ ضمناً یہ بات قابل ذکر ہے کہ لشتن نمبر ۲ یعنی صفائی کا کام جو باپ نے اپنے شہر میں آغاز کیا تھا۔ اس کے فرزند ارجمند (نیول چیمبرلین) نے بعد ازاں سارے انگلستان میں جاری کر کے کامیاب خاتمہ تک پہنچایا۔ غرض جتنے بھی کام غریب لوگوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے ضروری تھے عمل میں لائے گئے۔ برمنگھم کے لارڈ میئر کی حیثیت میں جو عظیم الشان کام جوزف چیمبرلین نے کیا۔ اس کا مقابلہ اگر کسی چیز سے کیا جا سکتا ہے۔ تو اس کام سے جو ایک نسل کے عرصہ کے بعد اس کے بیٹے نیول نے کیا۔

جوزف چیمبرلین کی عمر ۳۸ سال کی تھی کہ اس نے ۱۸۷۴ء میں پہلے عام انتخاب میں حصہ لیا۔ اس وقت اس کو شیفیلڈ کے مقام پر شکست ہوئی۔ لیکن اس سے جو مایوسی اس کو ہوئی ہوگی۔ اس کی تلافی دو سال بعد برمنگھم کے ایک ضمنی انتخاب کے ذریعہ سے ہو گئی۔ جس میں اس نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ غرض ۴۰ سال کی عمر میں یہ آزاد خیال ممبر پارلیمنٹ ویسٹ منسٹر میں داخل ہوا اور اس وقت شروع میں ہی یہ بات دیکھی گئی کہ اس کی ذات میں کسی لیڈر کے جملہ اوصاف پائے جاتے تھے۔ اس کے بعد جو انتخابات ہوتے ان میں اس نے لبرل پارٹی کے ممبروں میں ۶ کی اکثریت پیدا کر دی۔ کیونکہ اس کے پیرو اندھا دھند اس کی تقلید پر آمادہ تھے۔

اس میں شک نہیں کہ برطانیہ کے نامی وزیر اعظم گلیڈسٹون نے جوزف چیمبرلین کو ذاتی طور پر کبھی زیادہ پسند نہیں کیا تھا تاہم اس نے بھی

حالات کو دیکھتے ہوئے اس کو جب اُسے پارلیمنٹ میں آئے چار سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ تجارتی بورڈ کا صدر بنا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اندرونی حلقہ وزارت میں ایک ذمہ واری کی جگہ دی ؛

اُس وقت کسے خیال آسکتا تھا کہ یہ نوجوان جس نے اپنی زوردار سیاسی تقریروں کے ذریعہ لبرل ممبروں کے دلوں میں بھی بارہا فکر و تشویش پیدا کر دی تھی۔ صرف چند سال بعد کنسرویٹو پارٹی کا معاون بن جائیگا۔ اس کے سیاسی عقائد کی یہ تبدیلی ابھی تک [illegible] بہت سے لوگوں نے جو وقت چرچل کو [illegible] معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد ہمارے لئے یہ دیکھنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوسکتا۔ کہ کس طرح ایسی ہی تبدیلی حالات نے تاریخ کے سابقہ زمانوں میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ جس طرح تجارت کے سوال نے چرچل کی سیاسی زندگی میں انقلاب پیدا کیا۔ اسی طرح گذشتہ صدی کے آخری ایام میں ایک ایسے ہی سوال نے باپ کے خیالات میں تبدیلی پیدا کی تھی۔ زیادہ صاف الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو بات زیر بحث سوال نے بیٹے کے لئے کی۔ وہی آئرلینڈ نے باپ کے لئے کی تھی۔ برسوں سے سیاسیات انگلستان کا سوال محض آئرلینڈ کے پس پشت رہتا چلا آیا تھا۔ اس ہوم رول کے سوال پر کئی وزارتیں ٹوٹیں کئی پارٹیوں میں برہمی پیدا ہوئی۔ نئے نئے اتحاد قائم کئے گئے۔ بے چینی روز افزوں ترقی کرتی چلی گئی۔ اور جابجا پُرجوش مظاہرے بھی ہوتے۔ اس موقعہ پر نہ ہمارے پاس اتنی گنجائش ہے اور نہ

وقت کہ اس مسئلہ کی تفصیلات میں داخل ہوں جس کا حل انجام کار ہمارے اپنے زمانہ میں ہوا ہے۔ مگر اتنا بیان کر دینا کافی ہوگا۔ کہ وہ آئرلینڈ کا ہی سوال تھا۔ جس کی بنا پر جوزف چیمبرلین کو اپنی پرانی پارٹی چھوڑ کر ٹوری میں شامل ہونا پڑا۔ اس زمانہ میں لبرل پارٹی گلیڈسٹون کی رہنمائی میں زیادہ تر مصلحتِ وقتی سے مجبور ہو کر آئرلینڈ کی آزادی کے متعلق آئرش قوم پرستوں کے مطالبات مان لینے پر تلی ہوئی تھی۔ لیکن جوزف چیمبرلین اس بات کے حق میں نہ تھا۔ کہ اتنی عظیم اور اہم گہری رعائتیں یکا یک دے دی جائیں۔ ناظرین غور کر کے دیکھیں کہ زمانہ موجودہ میں سوڈٹن جرمنوں کا سوال گذشتہ صدی کے آئرلینڈ کے سوال سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمیں کام کے اُس حِصّہ کو نظر انداز کر دینا پڑیگا۔ جو جرمن دیش نے کیا۔ لیکن بنیادی طور پر دیکھا جائے۔ تو اصل سوال یہی تھا کہ کیا آئرلینڈ کے باشندوں کو اس طرح حکومت خود اختیاری دے دی جائے۔ جس طرح کا مطالبہ سوڈٹن جرمنوں کے لئے کیا گیا تھا۔

باپ اور بیٹے کی حالتوں میں ایک اور مطابقت یا اختلاف اس طرح بھی پایا جاتا ہے کہ جہاں نیول چیمبرلین سوڈٹن جرمنوں کے مطالبات کا حامی بنا۔ جوزف چیمبرلین نے آئرش باشندوں کے مطالبہ آزادی کی مخالفت کی تھی۔ جوزف چیمبرلین کا خیال یہ تھا۔ کہ اگر آئرلینڈ کو کامل طور پر علیحدہ کر دیا گیا۔ تو برطانیہ کی سیاسی زندگی میں ایک رخنہ عظیم پیدا

ہو جائے گا۔ جو اُس کی کمزوری کا باعث ہو گا۔ اور چونکہ سلطنت کا اتحاد اس کا مطمح نظر تھا۔ اس لیے وہ ایسی کمزوری گوارا نہ کر سکتا تھا۔ انجام کار جب ۱۸۸۶ء میں چیمبرلین کی پُرجوش مخالفت کے باوجود گلیڈسٹون نے آئرلینڈ کے ہوم رول کا مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کر دیا۔ تو چیمبرلین نے وزارت سے علیحدگی کر لی اور اُس کے تمام ساتھی معہ اُس کے لبرل پارٹی سے علیحدہ ہو گئے۔ اس موقعہ پر جن ۹۴ ممبران پارلیمنٹ نے لبرل پارٹی کو چھوڑا۔ وہ لبرل یونی اسٹ کہلائے اور جب پارلیمنٹ میں ہوم رول کا مسودہ قانون زیر بحث آیا۔ تو انہوں نے گورنمنٹ کے خلاف ووٹ دیئے اور اس طرح برسرِ حکومت پارٹی کو شکست دی۔

اس سے اگلے انتخاب کے موقعہ پر لبرل یونینسٹ پارٹی کی طاقت بدستور استوار رہی۔ چنانچہ اس زمانہ میں جوزف چیمبرلین کو اس نئی اور زبردست پارٹی کے لیڈر کی حیثیت میں جس کا درحقیقت لبرل اور کنسرویٹو دونوں پارٹیوں سے تعلق نہ تھا۔ برطانیہ کی سیاسی زندگی میں ایک خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔ لیکن گو جیسا کہ کہا جا چکا ہے وہ لبرل پارٹی سے علیحدہ ہو کر اس کا مخالف بن چکا تھا۔ تاہم اس کی طرف سے سوشل اصلاحات کے لئے بدستور زور دار جدوجہد ہوتی رہی بعد ازاں اس کو برطانیہ کی طرف سے ایک خاص سفیر کی حیثیت میں اس مطلب کے لئے امریکہ بھیجا گیا۔ کہ صوبہ کنیڈا میں ماہی گیری کے ایک دیرینہ اور پیچیدہ سوال کے متعلق ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ براہِ راست گفتگو کر کے

اُسے طے کرے۔ ہر چند یہ کام سیاسی اعتبار سے محض قانونی اہمیت رکھتا تھا تاہم اس کا جوزف چیمبرلین کی ابتدائی زندگی پر بہت گہرا اثر پڑا۔ وہ اس طرح کہ ۵۲ سال کی عمر میں اُسے ایک ایسی عورت سے ملنے کا اتفاق ہوا جسے وہ اپنا شریک زندگی بنانے پر آمادہ ہو گیا۔ اس عورت کا نام میری اینڈی کوٹ تھا اور وہ کلولینڈ کے مسٹر جنا ب کی بیٹی تھی۔ جوزف چیمبرلین سے عمر میں کئی سال چھوٹی تھی۔ دونوں میں گہری محبت ہو گئی۔ اور اس طرح اتفاقاً سیاحت امریکہ کے سلسلہ میں جوزف چیمبرلین کو تیسری مرتبہ شادی کرنے کا موقع ملا۔

اس تیسری خوشگوار شادی کے نفسیاتی اثرات نے جوزف چیمبرلین کو بات تازہ عطا کی اور وہ سابق کی نسبت زیادہ چاق و چوبند، چہرہ بشاش اور مستعد بن گیا۔ سچ پوچھئے تو امریکہ کی اس سیاحت نے اس کے سامنے زندگی کا ایک نیا باب کھول دیا۔ اپنے تمام امریکہ سے فائدہ اُٹھا کر وہ کنیڈا بھی گیا اور اس طریقہ پر اس کو سلطنت برطانیہ کے سمندر پار مقبوضات سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوا۔ اس جگہ رہتے ہوئے جو تجربات اور تاثرات اُس نے حاصل کئے اُن کو اس نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا یعنی اُس نے جانا کہ سلطنت کو مستحکم کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ برطانیہ کے چھوٹے سے جزائر کو زیادہ قرار دیتے ہوئے اس کے مقبوضات و نوآبادیات کے ساتھ اس کا تعلق اتنا گہرا کر دیا جائے کہ سب مل کر ایک عظیم الشان متحدہ صورت اختیار کر لیں۔ چنانچہ اس انتخاب

کو عملی صورت دینا اس کی زندگی کا خاص مقصد بن گیا اور وہ دم آخر تک اس مقصد کی تکمیل کے لئے کوشاں رہا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے اپنی زبردست تقریروں کے ذریعہ بیشمار لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اُس نے اچھی طرح معلوم کر لیا تھا کہ ابھی انگریزوں میں ایسی تنگ دلی موجود ہے جس کا خاتمہ کرنے سے ہی شاندار اتحاد عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ انگلستان نے نصف کرۂ زمین سے تعلقات پیدا کر لئے ہیں۔ تاہم اس کو معلوم نہیں کہ اس کے فرائض اس بارہ میں کیا ہیں؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جوزف چیمبرلین اپنے زمانے کا سب سے بڑا امپیریلسٹ یعنی سچا سامراجی اور مکمل سامراج کے خواب دیکھنے والا تھا۔ جو خدمات اُس نے سلطنت برطانیہ کے منتشر حصوں میں رشتہ اتحاد قائم کرنے کے متعلق سرانجام دیں وہ اپنی مثال نہیں رکھتیں اور حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کے جو حصے صدیوں سے ڈھیلے ڈھالے اور بکھرے ہوئے چلے آتے تھے۔ اُن سب کو جوزف چیمبرلین نے اپنی کوششوں سے ایک لڑی میں پرو دیا۔ آج جو ہم آسٹریلیا کو خوشحال اور متحد دیکھتے ہیں۔ یا جنوبی افریقہ کو مادر برطانیہ کے ساتھ متحد پاتے ہیں۔ تو اس کا باعث جوزف چیمبرلین کی کوششوں کو ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ رستہ لمبا۔ بکھیڑا اور دشوار گذار تھا۔ لیکن اس سے چلنے والے کی مستعدی اور بائے استقلال کا اور بھی زبردست ثبوت ملتا ہے۔ چیمبرلین کا نام جنگ بوئرسے وابستہ ہے۔ لیکن اگرچہ

وہ اس جنگ کو کسی صورت میں دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ تاہم جب حالات
ایسے پیدا ہو گئے کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ تو وہ بے دریغ اس
کے لئے بھی آمادہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں چیمبرلین نے جو رویّہ اختیار کیا تھا۔
اس پر صرف باقی ممالک ہی نہیں بلکہ خاص انگلستان میں بھی اس پر سخت
سے سخت نکتہ چینیاں کی گئی تھیں۔ یوں تو شروع سے ہی اس شخص کو اپنی بے خوفی
اور خیالات کی صفائی کی وجہ سے دشمنوں اور مخالفوں کا سامنا کرنا
پڑا تھا۔ تاہم اس زمانہ میں تو حد ہی ہو چکی تھی۔ اس کے سر پر مخالفت کا طوفان
پھٹ پڑا۔ لوگ اس سے نفرت کرتے گالیاں دیتے۔ اس کو غدار کہنے لگے۔ لیکن وہ
اس قدر اعلیٰ ہمت اور آہنی ارادہ کا انسان تھا۔ کہ سب کچھ سنتے ہوئے بھی
جو بات صحیح سمجھتا تھا۔ اس پر عمل پیرا رہا۔ اس کی سیاسی دانشمندی کا
بہترین ثبوت جنوبی افریقہ کی لڑائی کے خاتمہ پر ملا۔ جبکہ وہ خود اس
ملک میں گیا۔ اور وہ جو پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی بوئروں
اور برطانیہ والوں میں طرح اتحاد ڈالی۔ اور اس طریقہ پر ساری دنیا کے
روبرو ثابت کر کے دکھا دیا۔ کہ صحیح طرز عمل ایسی حالتوں میں کیا ہو سکتا ہے
اس کی جنوبی افریقہ کی سیاست کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ جنوبی افریقہ کی یونین
کی بنیاد پڑی۔ جیسا کہ قبل ازاں آسٹریلیا کی کامن ویلتھ کی بنیاد پڑی
تھی۔ سخت مشکل حالتوں میں اس نے اپنی ناقابلِ شکست ہمت۔ انتھک کام
اور زبردست تدبیر کا ثبوت دیا۔

ان نہ بھولنے والے ایام میں برطانیہ کا قلمدانِ وزارت کنسرویٹو

لیڈر لارڈ سالسبری کے ہاتھ میں تھا اور جوزف چیمبرلین اس کے ماتحت وزیر نوآبادیات بنا۔ اس کی پارٹی اب بھی لبرل یونینسٹ کہلاتی تھی۔ لیکن بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس کو یہی بہتر نظر آیا کہ اس پارٹی کا تعلق کنسرویٹو پارٹی کے ساتھ کر دیا جائے۔ دارالعوام میں جو لوگ اس زمانہ سے پہلے اس کو غدار کہتے چلے آئے تھے۔ جب اس نے مسٹر گلیڈسٹون کے ہوم رول بل کی مخالفت کی تھی۔ وہ اب اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

بعض لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ جوزف چیمبرلین موقعہ پرست تھا لیکن واقعات تاریخ نے اس خیال کی تردید کر دی ہے۔ اس میں کسی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ اگر چاہتا تو لبرل جماعت کا لیڈر بن کر رفتہ رفتہ وزیر اعظم کے عہدے تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس کے ضمیر نے اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ ذاتی فائدہ کی خاطر اپنے عقیدہ کے خلاف پرانے ساتھیوں سے رشتہ قائم رکھتا چلا جائے۔ انہی ایام میں اس کے خیالات نے پھر پلٹا کھایا۔ یعنی جو پیشتر آزاد تجارت کا حامی تھا۔ اب نتیجہً باب تحفظ کا لیڈر بنا اور اپنے اس نئے فرض کو اس زور شور اور دھوم دھڑکے سے پورا کیا کہ گورنمنٹ اور خود اس پارٹی کے دھوئیں بکھر گئے۔ جس سے پیشتر اس کا تعلق تھا۔ یہ بات جوزف چیمبرلین کی شجاعت اور اخلاقی دلیری کے حق میں کہی پڑتی ہے۔ کہ اس نے خود کبھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا کہ اس نے اپنے خیالات میں تبدیلی کی اور اس طرح غیر اپنے سیاسی

عہد ماضی کے خلاف چلنے لگا۔ لیکن معترضوں کے لئے اس کا جواب یہ ہوا کرتا تھا۔ کہ اپنے اصول و عقاید سے بہت زیادہ مجھ کو سلطنت برطانیہ کا مفاد عزیز ہے۔ جس وقت رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں پختگی کے ساتھ جاگزین ہو گیا۔ کہ برطانیہ کی مالی بہتری اور مقبوضات و نو آبادیات کے ساتھ اس کے اقتصادی تعلقات کی آسودگی کا تقاضا یہ ہے کہ طریق تحفظ بذریعہ محصول عمل میں لایا جائے۔ تو اس نے اس اعتقاد کو عملی صورت دینے میں ذرا بھی تامل نہ کیا ٭

حصول تحفظ کے لئے جو عظیم الشان جد و جہد جوزف چیمبرلین نے شروع کی تھی۔ وہ ابھی کامیاب خاتمہ تک پہنچنے نہ پائی تھی۔ کہ ۱۹۰۶ء میں ستّر سال کی عمر میں ایک ایسا مرض اس پر حملہ آور ہوا۔ جس کے اثرات سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ شروع میں ہر شخص کا خیال تھا کہ اس کی حیرت انگیز قوتِ ارادی ہر قسم کی مشکلات کے باوجود مرض پر فتح پائیگی۔ لیکن انجام کار دوا اور دعا دونوں بیکار رہیں اور سب تدبیریں الٹی ہوتی ہی گئیں۔ اس کے بعد بھی وہ آٹھ سال زندہ رہا۔ مگر میدانِ سیاست اس کی رفیع الشان ہستی سے خالی ہو چکا تھا۔ اس ادب و احترام اور گہری محبّت کا ثبوت دینے کے لئے جو حلقہ برمنگھم کے رائے دہندگان کو اس سے تھی انہوں نے بار بار اس کو ممبر منتخب کیا۔ لیکن وہ پارلیمنٹ میں اپنی نشست پُر نہ کر سکا۔ حتّٰی کہ آخر کار محاربہ عالمگیر کے آغاز سے چند ہفتے پیشتر ۲ جولائی ۱۹۱۴ء کو اس نے اسی شہر میں جان دی۔ جس کو اس نے اپنی سعی عظیم سے منزلِ

رخصت کر دیا گیا تھا۔ اور اُس کے وطن برمنگھم سے بے [illegible]
پناہ محبت کی گئی۔ اور اُس کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ جوزف چیمبرلین کو سب سے
زیادہ دلچسپی معاملاتِ سلطنت کے ساتھ تھی۔ اپنے آخری ایام میں وہ
اگرچہ پکا سامراجی تھا۔ اور سامراجی تحریک ہی اس کی زندگی کا مرکز بنے
ہوئے تھے۔ تاہم آپ نے عرصہ دراز تک برطانوی نو آبادیات میں رہنے کی وجہ سے
[illegible] حکمت عملی سے بھی گہرا واسطہ رہا تھا۔ اس پہلو سے
دیکھا جائے تو جوزف چیمبرلین کے حالاتِ زندگی عہدِ حاضر کی روشنی
میں [illegible] اہمیت [illegible] رکھتے ہوئے [illegible] کا [illegible] مقصد
[illegible] متحدہ [illegible] کا اتحاد مکمل نہیں [illegible] زندگی بھر اُس نے
[illegible] بنانے کی کوشش جاری رکھی
دی۔ [illegible] ان دونوں ملکوں کی حقیقی دوستی کی راہ میں جو عظیم مشکلات حائل
تھیں۔ اُن کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اس کام میں اُس کو بہت سی
دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن پھر بھی اُس نے اپنی کوششوں کو جاری رکھا
[illegible] کے درمیان رشتہ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش
[illegible] کی دشمنی بھی مول لی پڑی۔ لیکن اُس نے
اپنی [illegible] کو [illegible] تک نہ چھوڑا۔ حتیٰ کہ اس کو پورا یقین ہو گیا کہ برلن کے
ساتھ اتحاد قائم کرنا عملی طور پر ناممکن ہے۔ جوزف چیمبرلین کی دوستانہ
کوشش کو جس شخص نے کامیابی کی منزل تک پہنچنے سے روکا۔ وہ سابق
قیصر جرمنی تھا اس کے جو عالمگیر جنگ کے سلسلہ میں جو اب پیدا

ہوئے۔ ان کا حال محتاجِ بیان نہیں۔ دنیا ان سے واقف ہے۔

جوزف چیمبرلین کے حالاتِ زندگی کا ایک ... جو ذاتی
واقعات کی روشنی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ... بیرونی تعلقات کے
سوال کے متعلق اس کی رائے تھی کہ یہ سوال پیچیدہ بھی ... مرتبہ ... سکتا۔
جب کر دہ گیا کہ برطانیہ کو سب سے زیادہ اپنی سلطنت کی حفاظت کا خیال
ہونا چاہئے۔ جرمن یورپ سے بالکل علیحدہ ہے ... اس لئے انگلستان کا
یورپ سے کوئی تعلق نہ ہونا چاہئے۔ اس بارہ میں جوزف چیمبرلین نے
جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ اس زمانے کے واقعات کے پیشِ نظر
طور پر عجیب ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہم ان کی تقریر کا ... ذیل
اقتباس پیش کرتے ہیں۔

"میں اس بارہ میں کہہ سکتا ہوں کہ الگ تھلگ رہنے اور ہر حال
میں امن قائم رکھنے کی پالیسی سے مجھے سخت اختلاف رہا ہے۔
گو کہ صلح اور امن قائم رکھنے کی کوششیں سخت قابلِ تعریف ہیں اور کسی
بڑی قوم کے ہر گزشتہ ان زمانہ میں میرا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے
کہ افراد کی طرح قومیں بھی ... ارباب حاجت ہوتی ہیں جن کو بھی اپنے
ہمسایوں سے واسطہ رکھنا پڑتا ہے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ خود غرضانہ
علیحدگی کے اصول پر عمل کرتے ہوئے صرف اپنے کام سے کام رکھیں
اور جب تک براہِ راست ان کے مفاد کو ضرر نہ پہنچے ... سوال سے
دلچسپی نہ لیں۔"

جد و جہد کے اس لمبے عرصہ میں جبکہ جوزف چیمبرلین کو بارہا فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور کئی مرتبہ ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ بڑا بیٹا آسٹن باپ کے دوش بدوش کام کرتا رہا تھا۔ شکل و صورت میں وہ اپنے باپ سے ٹھیک ملتا جلتا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ اس کا مثنےٰ نظر آتا تھا۔ ویسا ہی لباس اسی طرح داہنی آنکھ میں چشمہ کے طور پر ایک آئینہ لگا ہوا۔ بلٹن ہول میں پھول۔ اور پتلے پتلے ہونٹوں پر چھپی ہوئی طنز آمیز مسکراہٹ ہر وقت پائی جاتی تھی۔ رگبی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ ٹرنٹی کالج میں داخل ہوا۔ اور اس قدیم مرکز تعلیم میں رہتے ہوئے اس جگہ کی مجالس سیاسی میں شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ گویا اس طریق پر اس نے شروع سے ہی ثابت کر کے دکھا دیا کہ وہ ہر پہلو سے اس کے باپ کے قدم بقدم چلنے والا بیٹا ثابت ہو گا۔ کیمبرج میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے پیرس میں کچھ عرصہ رہ کر مفید معلومات حاصل کیں۔ چونکہ ایک قابل باپ کا ہوشیار بیٹا تھا۔ اس لیئے ہر قسم کے ذی اثر سیاسی حلقوں میں بڑی آسانی سے رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ بعد ازاں وہ برلن گیا۔ جہاں رہ کر وہ باپ کے خیال کے مطابق معاملات یورپ کے دوسرے پہلو سے واقف ہونا چاہتا تھا۔ ان دونوں مقامات یعنی پیرس اور برلن میں رہتے ہوئے جو مفید معلومات اس نے حاصل کیں۔ وہ اس کے بعد کے دور سیاست میں نہایت کارآمد ثابت ہوئیں ؛۔

غرض ذہنی۔ جسمانی اور روحانی طریق پر سیاسی زندگی کے لیئے ہر

طرح تیار ہونے کے بعد صرف یہ سوال باقی رہ گیا کہ آسٹن بھی اپنے محترم باپ کی طرح پارلیمنٹ میں داخل ہو کر اس کے نقش قدم پر چلے۔ ۲۹ سال کی عمر میں وہ حلقہ مشرقی ووسسٹر شائر کی طرف سے باتفاق رائے منتخب ہو کر لبرل یونینسٹ جماعت کی طرف سے پارلیمنٹ میں بیٹھا۔ اس کے چند ماہ بعد اس نے پارلیمنٹ میں پہلی تقریر کی۔ اس موقعہ پر گلیڈسٹون نے جو پہلے ہی اس کے باپ جوزف چیمبرلین کا سیاسی مخالف بنا ہوا تھا۔ آسٹن کی تقریر کے متعلق حسب ذیل نہ بھولنے والے الفاظ کہے تھے :-

میں اس تقریر کی تعریف میں کچھ نہ کہوں گا۔ اس کے بارہ میں جو کچھ مجھے بطور جواب کہنا ہے۔ اس کو میں چند مختصر الفاظ میں کہہ دینا ہی کافی خیال کرتا ہوں۔ کچھ شک نہیں کہ یہ تقریر باپ کے دل کے لئے مسرت اور خوشی کا باعث ثابت ہوئی ہوگی۔

"امر واقعہ یہ ہے کہ بیٹے کی اس پہلی تقریر پر گوشن کر باپ کی آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسو اٹھ آئے تھے۔ اس کے تین سال بعد نوجوان آسٹن کو عہدہ وزارت حاصل ہوا۔ اس کے بعد کے حالات زندگی موجودہ کتاب سے بے تعلق ہیں۔ وہ جس کا باپ شروع میں انتہا پسند لبرل تھا کنسرویٹو پارٹی کا لیڈر بنا۔ اس نے اپنی زندگی میں کئی وزارتی عہدے پر کئے اور ۱۹۲۴ء سے لے کر ۱۹۲۹ء تک جبکہ انگلستان پر ایک نہایت نازک زمانہ گذر رہا تھا وہ برطانیہ کا وزیر خارجہ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ وزیر اعظم کا مرتبہ عنقریب حاصل کریگا۔ لیکن سیاسی سازشوں ۔ موقعہ کی

ناکامیابیوں اور سب سے بڑھ کر اُس کی اصول پرستی نے اس کو کامیاب ہونے کا موقعہ نہ دیا۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ وُہ تنہا اس کی زبردست شخصیت کا لوہا مان گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اس کا اپنا بھائی نیول چیمبرلین جس نے برطانیہ کا وزیر اعظم بننے کے موقعہ پر اپنے برادر مرحوم کی یاد ان الفاظ میں تازہ کی تھی :-

”میرے والد بزرگوار اور برادر مکرم میں مجھ سے بہت زیادہ وہ صفات پائی جاتی تھیں۔ جو کسی شخص کے لئے وزیر اعظم کے عہدہ تک پہنچنے کے لئے ضروری سمجھی جا سکتی ہیں میں تو سچ پوچھئے اس کام کو جاری رکھنے والا ہوں جو اُنہوں نے شروع کیا تھا۔ اور اگر حالات نے اجازت دی تو یہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بھی ہوگا۔ کہ ان کے آغاز کردہ کام کو انجام تک پہنچانے کی کوشش کروں“

مخفی نہ رہے کہ جب نیول چیمبرلین وزیر اعظم بنا تو اس کے بھائی کو انتقال کئے ہوئے صرف دو ماہ کا عرصہ گزرا تھا۔

باب ۳

جدوجہد کی زندگی

۱۸۹۶ء میں جوزف چیمبرلین کو میدانِ سیاست میں داخل ہوئے مُدّت مدید گذر چکی تھی۔ اس کو وزیر بنے بھی ایک کافی لمبا عرصہ ہو گیا تھا۔ اُس کے بڑے بیٹے آسٹن نے کیمبرج یونیورسٹی میں اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی اور باپ کی بڑی بڑی اُمیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ ممالکِ غیر کا دورہ شروع کر دیا تھا۔ لیکن چھوٹا بیٹا نیول جس کے حالاتِ زندگی ہم اس وقت قلمبند کر رہے ہیں۔ ابھی تک اِن تمام باتوں سے غیر متاثر تھا۔ وہ ایک دراز قد نوجوان تھا جس کی ذرا ذرا سی مونچھیں تھیں (جنہیں آگے چل کر چوڑی چھنّا سی صورت اختیار کرنا تھا) سنجیدہ، متین اور پُر خیال۔ جس کے وقتِ فرصت کے دو خاص مشاغل مطالعۂ فطرت اور شوقِ موسیقی تھے۔ مگر یہ بات اس زمانہ

میں ہی ظاہر ہوتی تھی کہ وہ طبعاً پبلک زندگی میں حصہ لینے کے ناقابل ہے
وہ ایسے معاملات میں کوئی خاص دلچسپی نہ لیتا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔کہ
اپنے روشن دماغ باپ اور ہونہار بھائی کی موجودگی میں اُس کی شخصیت ہمیشہ
پس افتادہ رہتی رہی تھی۔ آسٹن کا مُستقبل پہلے سے طے شدہ تھا۔لیکن
سوال یہ تھا۔ کہ نیول کا کیا بنے معلوم ہوتا ہے باپ نے بھی اس سوال پر زیادہ
عرصہ غور نہیں کیا۔کنبہ کی مالی حالت بھی فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ سیاست
میں حصہ لینے کے لئے روپے کی ضرورت تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ موجودہ
زمانہ کی نسبت اُن ایام میں اور بھی زیادہ ضرورت تھی۔ چونکہ جوزف چیمبرلین
کئی مرتبہ برمنگھم کا میئر بنا تھا۔ اس لئے اس کو گھر میں کئی نوکر چاکر رکھنے پڑتے
تھے۔ تاکہ ظاہری ٹھاٹھ قائم رہیں۔ آئے دن مہمان آتے اور جاتے رہتے
تھے۔ خیرات کے کاموں پر بہت سا روپیہ صرف ہو جاتا تھا۔ اس طریقہ
پر جو روپیہ اس نے کاروبار میں کمایا تھا۔ اس کا بڑا حصہ صرف ہو گیا۔ عام
اخراجات کے علاوہ ان مالی مشکلات کی ایک وجہ خاص اور بھی تھی۔
جوزف چیمبرلین نے اپنی کمائی کا بڑا حصہ جنوبی امریکہ کے تمسکات میں
لگا دیا تھا۔ لیکن چند در چند مالی انقلابات نے اس اثاثہ کی قیمت کو بڑی
حد تک گھٹا دیا۔ اور گو حالت ایسی نہ تھی کہ کسی فوری تشویش کی ضرورت
لاحق ہوتی۔ تاہم گھر کی عام فضا بگڑ گئی۔ چونکہ جوزف چیمبرلین کو معلوم
تھا۔ کہ اس دُنیا میں کاروبار اور تجارت ہی کمائی کا واحد ذریعہ ہیں۔
اس لئے اب مالی مشکلات پیدا ہونے پر یہی خیال اس کے ذہن میں پیدا

ہوا۔ کہ ان کو رفع کرنے کے لیے دوسرے بیٹے کو بھی کاروبار میں لگانا چاہیے اگر اس نے طبقہ متوسط کے لوگوں کی طرح ایمانداری کے ساتھ کاروباری زندگی جاری رکھی۔ تو نہ صرف گھر کا نام روشن ہوگا۔ بلکہ روپیہ کی آمدنی بھی شروع ہو جائیگی۔ جوزف چیمبرلین کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ بڑے بیٹے آسٹن کو دورِ سیاست میں کامیاب بننے کے لیے روپے کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ روپیہ بھی اسی ذریعہ پیدا کیا جا سکتا تھا۔

چونکہ جوزف چیمبرلین نے کسی یونیورسٹی میں داخل ہو کر اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ اس لیے وہ تعلیم کی لطیف خوبیوں سے ناواقف تھا۔ اتنا تو اس کو معلوم تھا۔ کہ آسٹن کے لیے جسے اس کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ آکسفورڈ یا کیمبرج کی تعلیم ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ لیکن دوسرا خیال ایک پل کے لیے بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہوا کہ دوسرے بیٹے کو ڈگری میں تعلیم دلانے کے بعد صنعتی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجنا ترقی نہیں۔ بلکہ تنزل کی علامت ہے۔ جس سکول میں نیول نے اب تعلیم حاصل کی۔ اسی کو انجام کار کئی سال بعد برمنگھم یونیورسٹی کی صورت اختیار کرنا تھا۔ یہ ترقی بھی سچ پوچھیے تو جوزف چیمبرلین کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھی۔ جن کو بعد ازاں اس سکول کے سابقہ طالب علم نیول نے حسن و خوبی کے ساتھ جاری رکھا۔ لیکن جس زمانہ میں نیول نے تعلیم پائی یہ ایک چھوٹا سا سکول تھا۔ اور اس میں صرف اس قسم کی درجہ اوسط کی علمی اور صنعتی تعلیم دی جایا کرتی تھی جیسی نیول کے لئے ضروری سمجھی گئی۔ اس جگہ رہ کر اس نے طبیعات۔ کیمیا اور جر ثقیل

کی تعلیم حاصل کی۔ ظاہر او وہ ان تمام مضمونوں سے کم ہی دلچسپی لیتا تھا اگرچہ یہ ایک بحث طلب سوال ہے۔ کہ اس کی حقیقت میں بھی ان مضامین سے کوئی مانوسیت تھی یا نہیں۔ مگر ہاں اس میں شک نہیں کہ ایک فرمانبردار بیٹے کی مانند اس نے وہی کچھ کیا۔ جو باپ نے اس کے لئے تجویز کر دیا تھا۔

اگر کبھی اس قسم کی روکھی تعلیم سے اس کا جی گھبراتا۔ تو وہ اپنا دل بہلانے کو قدرتی مناظر کی طرف توجہ دینے لگتا تھا۔ جیسا لکھا جا چکا ہے۔ اسے کچھ ہی عمر سے ہی پرندوں کا بہت شوق تھا۔ جس نے رفتہ رفتہ علم تحقیقات کی صورت اختیار کر لی۔ لیکن بچپن کی عادات کس طرح دم آخر تک قائم چلی جاتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اب ایک مشہور سیاست دان بننے پر بھی وہ پرندوں کے عادات سے دلچسپی لینے کو کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالتا رہا ہے۔

بچپن میں بقول چیمبرلین میں کوئی ایسی خصوصیت نہ پائی جاتی تھی۔ جو استادوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی۔ اس کے ہم جماعتی بھی اس زمانہ کے متعلق کوئی خاص حالات بیان نہیں کر سکتے۔ برمنگھم میں جتنا عرصہ اس نے تعلیم پائی۔ وہ اس طرح کے سادہ حالات میں گذرا۔ کہ جن کی بنا پر سوانح نگاروں کو کوئی خاص مسالہ نہیں مل سکتا۔ حاصل کلام یہ کہ ایک اوسط درجہ کا معمولی طالب علم تھا۔

جس زمانہ میں باپ اپنے بڑے بیٹے کے لئے انتخابی حلقہ تلاش کرنے کی فکر میں تھا۔ چھوٹا اپنی تعلیم ختم کر کے ایک محاسب کے دفتر میں

اس نے محرر کی حیثیت میں ہندسوں کی بڑی بڑی میزانیں کرنے میں مصروف رہا کرتا تھا۔ ان دنوں وہ مسٹر ہارڈسمتھ کی فرم میں شاگردی کرتا تھا۔ اور فیصلہ یہ تھا کہ وہ سال اس جگہ رہ کر اپنی معلومات مکمل کرے۔ اس کا خرچ باپ کو اپنی گرہ سے ادا کرنا پڑتا تھا۔ مگر کوٹھی کے مالک نے جلد ہی معلوم کر لیا کہ نوجوان نیول ایک ہونہار شاگرد ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کی خدمات ذمہ داری کے لئے ضروری حاصل کرنی چاہئیں۔ چنانچہ عرصہ شاگردی ختم ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا۔ نیول کو کوٹھی میں ملازمت مل گئی۔ پیشتر وہ فیس ادا کر کے تربیت حاصل کرتا تھا۔ اب وہ ایک ملازم کی حیثیت میں اپنے کام کے لئے تنخواہ پانے لگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر نے نوجوان نیول کی سادہ زندگی میں کسی طرح کی دخل اندازی کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ اس زمانہ میں جس قسم کے واقعات اس کو پیش آئے قریباً بعض طالب علموں کو آیا کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کے واقعات زندگی رومان سے خالی اور دلچسپی سے محروم تھے۔ مسٹر ڈسمتھ کے دفتر میں محرر کی خدمات بجا لاتے ہوئے جب بھی نوجوان نیول کو تفریح کی تلاش ہوئی۔ تو وہ شیکسپیئر کا کوئی ناٹک اٹھا کر دیکھنے لگ جاتا۔ ایسی ہی کتابوں سے اس کو دلچسپی تھی۔ اب بھی گو اس زمانہ کو برسوں گزر چکے ہیں۔ اور ایک وزیر اعظم کی حیثیت میں نیول چیمبرلین کو ہزارہا مصروفیتیں درپیش رہتی ہیں۔ تاہم شیکسپیئر سے اس کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ دن بھر کام سے تھک ہار کر وہ جب کبھی آرام

سے بیٹھتا ہے۔ اور اس کی بیوی شیکسپیر کا کوئی ناٹک پڑھ کر سنانے لگتی ہے تو انہیں سطروں کو سنکر جو اس سے پہلے ہزاروں مرتبہ پڑھی اور سنی جا چکی ہیں۔ نیول چیمبرلین پر گہرا وجدان کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے لیکن مثل مشہور ہے کہ "تدبیر کند بندہ و تقدیر زند خندہ" باپ نے نیول کو محاسب بنانا چاہا تھا لیکن حالات ایسے پیش آئے کہ اس کو وہاں سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ زمانہ موجودہ کا وزیر اعظم آج تک مسٹر سمتھ کا جانشین بن کر اسی دفتر میں بیٹھا ہوا نہ ہوتا ؛

نیول چیمبرلین کی سیاسی زندگی میں جو انقلاب پیدا ہوا اس کے اسباب عجیب تھے۔ قبل ازیں باپ کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا۔ کہ وہ ایک سیاسی مشن کے سلسلہ میں سیر کرتا ہوا سمندر پار گیا۔ اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اس نے کینیڈا کے برطانی علاقہ میں بھی سیر کی۔ اس جگہ اپنے قیام کے دوران قدرتی طور پر اس کا تعلق کینیڈا کے انتظامی حلقہ کے اچھے اچھے اہل کاروں سے پڑا۔ مانٹریل میں اس کی ملاقات بہاماس کی برطانی نوآبادی کے گورنر سے ہوئی۔ یہ مجمع الجزائر ساحل فلوریڈا کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے اور جنوب مشرق کی سمت میں اس کی حد ہیٹی تک پہنچتی ہے۔ جو حبشیوں کی ایک مشہور جمہوریت ہے۔ اس کے باشندے زمانہ موجودہ کی طرح اس زمانہ میں بھی شمالی امریکہ کے انہی حبشی غلاموں کی اولاد تھے جن کو ایک

زمانہ میں آزاد کر دیا گیا تھا۔

اس زمانہ میں جوزف چیمبرلین کو سلطنت کی بہبودی کا بیحد خیال تھا۔ اور اس مطلب کے لئے وہ نوآبادیوں کی اقتصادی ترقی کے لئے کوشش کرنا چاہتا تھا۔ بہاماس کے گورنر نے اس کو غرب الہند کی اس نوآبادی کے نا ترقی یافتہ اقتصادی امکانات کا بہت سا حال بتایا۔ جس کا جوزف چیمبرلین کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ وہ یہ کہ سیاست داں بننے پر بھی اس کے مزاج میں پرانا کاروباری مادہ بدستور تھا۔ گورنر شی نے بہاماس کے متعلق بہت سی للچانے والی باتیں کہیں۔ ان جزیروں میں ایک نئی طرح کا پودا اگتا تھا۔ جس سے عمدہ دھاگہ سن کا کام لیا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہے۔ تو اس کے لئے دنوں میں مالامال ہو جانا ممکن تھا۔ یوں تو انگریزی سرمایہ پہلے ہی ان کاموں میں لگا ہوا تھا۔ تاہم ابھی لامحدود امکانات باقی تھے۔ روپیہ لگانے کا اس سے بہتر ذریعہ مشکل ہی سے نظر آ سکتا تھا۔

یہ بات پیشتر مذکور ہو چکی ہے۔ کہ خاندان چیمبرلین کی مالی حالت رو بہ تنزّل تھی۔ جوزف چیمبرلین نے اس اشارہ کو غیب سے بہتری کی علامت سمجھا۔ اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کو آمادہ ہو گیا۔ اس نے گورنر سے درخواست کی۔ کہ مجھ کو جزیرہ بہاماس میں بیس ہزار ایکڑ اراضی کا ٹھیکہ دلایا جاوے۔ آدمی اولوالعزم تھا۔ مگر احتیاط اور پیش بینی کا وہ مادہ جو قدیم سے خاندان چیمبرلین کا جوہر رہا ہے۔ اس کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا۔ اس

کا فیصلہ ہوا کہ ٹھیکہ اسی صورت میں لیا جائیگا کہ حالات ایسے ہی فائدہ بخش ہوں۔ جیسے گورنر نے بیان کئے تھے۔ اس موقعہ پر اس نے ٹھیک وہی بات کی۔ جو اس کے باپ نے اپنے سالے بھائی کے ساتھ شراکت کرتے کے موقعہ پر کی تھی یعنی اس نے ارادہ کر لیا کہ اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ بھیج دونگا۔ تاکہ وہ ذاتی طور پر نفع نقصان کے پہلوؤں کو آنک لیں۔ اگر آسٹن اور ہنول کو بھی یقین ہو گیا۔ کہ اس جزیرہ میں اُگے ہوئے سیسل پودہ سے دولت کمائی جا سکتی ہے تو کام شروع کر دیا جائیگا۔ غرض دونو نوجوان اس سفر پر روانہ ہوئے۔ باپ نے اس سفر میں کچھ اور فائدے بھی سوچے تھے آسٹن اس ذریعہ سے اپنے دورِ سیاست کے لئے بلند معاونات حاصل کر سکیگا۔ اور اس کو سلطنت کی نوآبادیوں کے حالات بچشم خود دیکھنے کا موقعہ مل جائیگا اور ہنول اس کے بعد وہاں رہ کر کام کو مکمل کر سکیگا۔ یعنی کاشت سے فائدہ حاصل کرنے کا عمل جاری رکھیگا۔ اپنے ایک دوست کے نام خط لکھتے ہوئے جوزف چیمبرلین نے تحریر کیا تھا:۔

"میں اس کام کو صرف اسی صورت میں ہاتھ میں لینا منظور کروں گا۔ کہ اس سے معقول فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہو۔"

غرض سب تیاری مکمل کی گئی۔ اور یہ لوگ ایک چھوٹے سے بادبانی جہاز پر سوار ہو کر جزیرہ کا طواف کرنے چلے۔ لیکن موسم طوفانی اور حالاتِ سفر مہمی ثابت ہوئے۔ جہاز پھٹ گیا۔ دونوں بھائی کسی سمندری بیماری کا شکار ہو گئے۔ ایک ملاح موجِ طوفان کی لپیٹ میں آکر پانی میں

بہ گیا۔ اس پُرشور تلاطم میں ان کی ٹوٹی ہوئی کشتی۔ چھلتی۔ لہروں سے ٹکراتی۔ گردابوں سے ہلکورے کھاتی شور انگیز موجوں کا تصادم سہتی بے مدعا چلی جاتی تھی۔ دریا کی مہیب وسعت۔ موجوں کی ڈراونی چھلانگیں۔ پانی کی پُرشور صدا۔ اس پر ہولناک تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی۔ اس طوفانِ بلاخیز اور ورطۂ آفت انگیز میں جبکہ پانی کی ہر ایک ٹکر داعی اجل اور موت کا ہر ایک تھپیڑا انقضا کا قاصد بنا ہوا تھا۔ وہ نو بھائی ایک تنگ کیبن کے اندر ٹھسے ہوئے پڑے تھے۔ پانی رس رس کر اندر چلا آتا تھا لیکن قسمت کا وہ بالیا آگے آگیا۔ کسی نہ کسی طرح یہ لوگ ساحل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے خشکی پر اتر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اینڈروس کا جزیرہ کم و بیش ایک سو میل لمبا اور چالیس میل چوڑا ہے۔ انہوں نے پیداوار کے لحاظ سے اس کی جانچ کی۔ تو گورنر کے بیان کے وہ الفاظ صحیح معلوم ہوئے۔ اُس نے کسی طرح کی مبالغہ آرائی نہ کی تھی۔ حالات واقعی امید افزا تھے۔ اس بات کا پختہ ارادہ کر کے کہ باپ سے ٹھیکہ لینے کی سفارش کریں گے وہ برمنگھم واپس ہوئے گھر میں باہمی مشورہ کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ ابتدائی کام شروع کر دیا جائے اور جزیرہ اینڈروس میں کاشت کا جو عظیم تجربہ عمل میں لایا جانے والا تھا اس کا فرض نبولی کے ذمہ ڈالا جائے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ لوگ جو کام کرنے لگے۔ وہ ان کے لئے نیا اور عجیب تھا۔ اس خاندان کے آدمی درجہ اوسط کے کاریگر اور درجہ اوسط ہی کے کاروباری آدمی ثابت ہو چکے تھے۔ لیکن اب جو کام وہ کرنے لگے وہ بالکل نئی طرح

کا تھا۔ یورپ کے [illegible] سے دور۔ ایک ایسا اقتصادی تجربہ [illegible] کا حال ان لوگوں سے بہت کم معلوم تھا۔ تاکہ اس میں نفع کے لامحدود امکانات تھے [illegible] ان کی [illegible] تو محدود تھی [illegible] باطل بنا تھا۔

اس [illegible] لوگوں کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی اور [illegible] [illegible] ۹۰ سال کی عمر میں ہوائی جہاز پر سوار ہو کر اس مطلب کے لیے جزیرے [illegible] اور آسٹریلیا [illegible] ترجمہ نکالا جائے یعنی [illegible] غلط فہمی [illegible] کوشش کریں لوگوں کو اچنبھا اس بات کا تھا کہ [illegible] بقول حمیدہ بیگم ان کی عمر میں کبھی ہوائی جہاز [illegible] تھا۔ لیکن اب اس نے گھنٹہ بھر کے عرصہ میں سب [illegible] اس سے پہلے لوگوں کو بقول حمیدہ بیگم کے [illegible] رومان سے خالی سادہ مزاج [illegible] نہیں۔ لیکن [illegible] کام کرتی [illegible] [illegible] آ گیا۔۔۔

بقول حمیدہ بیگم [illegible] ۲۲ سال کی عمر [illegible] کیا۔ تو [illegible] اس [illegible] تو اس واقعہ کی تہ میں بھی اتنا ہی [illegible] اور [illegible] خود [illegible] کام کرتی تھی۔

جیسی اس موقعہ پر ظاہر ہوئی۔ جب برطانیہ کے کہنہ سال وزیراعظم نے ۷۹
برس کی عمر میں پہلی مرتبہ [illegible] پر وار کیا ۔۔۔ پر تبصرہ کیا۔

ہمیں تھوڑی دیر کے لئے اس سوال پر غور کرنا چاہئے کہ جب باپ کے
ہمارے بقول جمیرلین [illegible] چلے اور اپنی زندگی کے سات سال
جن میں ۵ [illegible] بسر کرنے کو آمادہ ہوا تو درحقیقت جو کام اس نے اپنے
ذمہ لیا وہ کتنی غیر معمولی اہمیت رکھنے والا تھا۔ ایک غیر آباد جنگل میں چھ
ہزار ایکڑ رقبہ کا قطعہ زمین اس کے حوالہ کر دیا گیا۔ اور اس کو حکم دیا گیا کہ
اس کو ایک زرخیز [illegible] میں تبدیل کر کے سیسل کا پودا کاشت ہوئے اس
کی پیداوار کو اتنا فائدہ مند اور نفع بخش بنانے کے لیے [illegible] دولت ہاتھ
آسکے۔ مزید براں یہ ہے کہ اس کام کے شروع کرنے سے پہلے اس نے
زندگی کی اس شاخ میں کچھ بھی تجربہ حاصل نہ کیا تھا۔ اس کی زندگی کے
کچھ سال ایک سرکاری مدرسہ میں تعلیم پاتے ہوئے گزرے۔ وہاں اس
نے صنعت و حرفت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ چند [illegible] کی ایک
[illegible] سب کا کام سیکھا تھا [illegible] یاد [illegible] دنیا کا کوئی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تاہم [illegible]
[illegible] جس کی تفصیل حسب ذیل بیان نہیں [illegible] کی حالت [illegible]
[illegible] کے طور پر مصر کا سفر کرنا اور [illegible] ہے اور ایک دو واقعہ [illegible]

میں مختصر صحت حالات میں ایک لمبے عرصہ کے لئے قیام پذیر ہونا بالکل ہی دوسری - اور یہ بھی اس حالت میں کہ جزیرہ اینڈروس کے طول و عرض میں بقول چیمبرلین کے علاوہ صرف ایک انگریز رہتا تھا - اور وہ بھی اس جزیرہ کے اندر پیدا ہؤا تھا ؛

اس کے کئی سال بعد بقول چیمبرلین نے ایک موقعہ پر کہا تھا - کہ میں نے اپنی عمر کے جو سات سال منظفر جارہ میں بسر کئے وہ درحقیقت رائیگاں گئے - ظاہری کامیابی کے پہلو سے دیکھا جائے تو یہ بیان درست سمجھا جاسکتا ہے - لیکن عزیزین نظریں اچھی طرح دیکھ سکتی ہیں کہ یہی وہ مقام تھا - جس میں رہ کر اس شخص نے جسے زمانہ آئندہ کا کامیاب مُدبّر بننا تھا - وہ روحانی قوت اور جسمانی طاقت برداشت حاصل کی جو اس جلیل القدر عہدہ کے فرائض کے لئے ضروری اور لازمی تھی -

بقول چیمبرلین کو جزیرہ اینڈروس میں وارد ہوئے صرف چند ماہ کا عرصہ گذرا تھا - کہ دو اور گورے آدمی اس کے پاس جا پہنچے - لیکن سچ پُوچھیے تو اس غیر آباد مقام پر جو بالکل ہی پس افتادہ حالات میں پڑا تھا نئی دُنیا بسانے کا فرض زیادہ تر نوجوان چیمبرلین کے حصہ میں ہی آیا - جب وہ اس جگہ پہنچا تو رہنے کے لئے گھر تک موجود نہ تھا حتیٰ کہ اس کو ایک حبشی کی جھونپڑی میں پناہ گیر ہونا پڑا - اس میں شک نہیں کہ جزیرہ کے باشندگان کا سلوک ہر لحاظ سے دوستانہ تھا - لیکن تہذیب و تمدن کے اعتبار سے وہ باقی دُنیا سے سیکڑوں کیا ہزارہا سال

پیچھے تھے۔ اُن لوگوں نے کبھی آتشیں اسلحہ تک نہ دیکھے تھے۔ اُن کی زندگی سخت جدوجہد کی زندگی تھی۔ تیر کمان کی مدد سے شکار مار کر لانے اور بے شمار فرضی دیوی دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس جزیرہ میں رہتے ہوئے صرف دو کام یہ لوگ کرتے تھے۔ پیٹ بھرنے کو شکار مار کر لانا یا ذریعہ معاش کے طور پر سمندر کی تہ سے اسفنج نکال کر جمع کرنا۔

ظاہر ہے کہ ایک ایسے پس افتادہ جزیرہ کے باشندوں کو باقاعدہ کام کا خوگر بنانا۔ اور اُن کو کسی نئی طریقوں پر مصروف رہنے کی عادت ڈالنا سخت ہی دشوار عمل تھا۔ لیکن نوجوان جیمبرلین کو ان لوگوں سے کام لینے کا ڈھنگ خوب آتا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ اِن سادہ لوح باشندوں کو اپنے آپ سے ایسا مانوس کر لیا کہ وہ اپنا ہر ایک نکر طلب معاملہ لے کر اس کے پاس دوڑے دوڑے آتے تھے۔ جب وہ بیمار ہوتے تو بھی ان کا ڈاکٹر بنتا۔ حتیٰ کہ اُن لوگوں کو پختہ یقین ہونے لگا۔ کہ یہ گورا آدمی دُنیا کا ہر کام بڑی آسانی سے کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے دوائیں جو وہ اُن لوگوں کے لئے تجویز کرتا تھا۔ چنداں کارگر ہوتی تھیں۔ تاہم ان کے دلوں میں کچھ ایسا گہرا اعتقاد اس پر ہو گیا۔ کہ وہ انہوں کو اعجاز کا مالک کہنے لگے۔

لیکن سچ پوچھئے تو جزیرہ کے دیسی باشندوں کا انتظام کرنا۔ اُن کو اپنے زیر ہدایت رکھنا اور اُن سے کام لینا۔ یہ اُن فرائض کا ایک حصہ تھا۔ جو نوجوانوں کے ذمہ عاید ہوتے تھے۔ ضرورت اس بات کی بھی تھی۔ کہ جنگل میں

میں سڑکیں تیار کرائی جائیں۔ اور بڑی بڑی مشینیں لا کر اس جگہ کی پیداوار
کو قابل استعمال بنایا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ جنگل کاٹنے کا کام زیر پیش تھا۔
نئی نئی مشکلات حائل ہوتی رہتی تھیں۔ جابجا پتھریلی چٹانوں کی موجودگی کے
باعث سڑکوں کی تیاری میں رکاوٹیں پیدا ہوتی تھیں۔ ان کو دور کرنے
کے لئے آتش گیر مادوں سے کام لینا پڑا۔ حالانکہ جیسا ہیول نے بعد ازاں
بیان کیا ہے اسے آتش گیر مادوں کے استعمال کا ذرا بھی علم اور تجربہ نہ تھا۔
رفتہ رفتہ اس جزیرہ کے اصلی باشندوں کو جو پیشتر صرف مچھلیاں پکڑنے
اور شکار کھیلا کرتے تھے۔ باقاعدہ کام کرنے والے مزدور بنا لیا گیا۔ ان
کو تنخواہ ملنی شروع ہوئی۔ اور اب چونکہ انہیں شکار کھیلنے کی مہلت نہ ملتی
تھی۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سامان
خوراک مول لیں۔ مگر لیں کہاں سے؟ اس ویران جزیرہ میں نام تک کو
کوئی دوکان موجود نہ تھی۔ ہیول نے اس سوال پر بہت عرصہ غور کرنے کی
ضرورت نہ سمجھی۔ اس نے خود ہی ایک دوکان کھول دی۔ اور اس میں
روزانہ ضرورت کی چیزیں باہر سے منگا کر رکھنی شروع کر دیں۔ اور خود
دوکان میں کھڑا ہو کر وہ چیزیں جزیرہ کے باشندوں کے ہاتھ بیچنے لگا
ان ایام میں جو سخت محنت، مشقت اور پریشانی ہیول جیمیرلین کو برداشت
کرنی پڑی۔ وہ درحقیقت بہت ہی صبر آزما تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان جیمیرلین
کے آدمیوں میں خاص طور پر غیر معمولی قوت برداشت ہوگی۔ کہ ہیول ان
بھاری مشکلات کے باوجود نہ گھبرایا۔ ان دنوں جو خطوط وہ لکھا کرتا تھا

اُن کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اس نے کبھی خود ستائی کی لاف و گزاف سے کام لیا۔ البتہ اُن کے مضمون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس جگہ رہتے ہوئے اُسے کتنی مشقت کرنی پڑتی تھی۔ ذیل کا اقتباس مشتے نمونہ از خروارے سمجھا جا سکتا ہے :-

"میں سویرے چار بجے اٹھتا ہوں اور چائے کی ایک پیالی پی کر اس مقام پر جہاں کام ہوتا ہے تقریباً پون میل پیدل چل کر جاتا ہوں۔ اس جگہ جنگل کی کٹائی اور درستی کی نگرانی کرنی پڑتی ہے کبھی کبھی میں کلہاڑا ہاتھ میں لے کر خود بھی اس کام کو کرنے لگ جاتا ہوں۔ دس بجے دوپہر کا کھانا مجھ کو پہنچ دیا جاتا ہے۔ چار بجے میں چائے پینے جاتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد جب رات ہونے لگتی ہے تو لاکھوں مچھروں کی وجہ سے زندگی ناقابل برداشت ہونے لگتی ہے۔ اُن کو دور رکھنے کے لئے کھلے زمین پر الاؤ جلانے پڑتے ہیں۔ آخر کوئی آٹھ بجے کے قریب میں تھک کر سو جاتا ہوں۔"

جس تہذیب و تمدن کے دائرہ سے خارج اور فساد زدہ سرزمین میں نوجوان نیول کے لئے دن بھر کا کام پورا رات کے ۹ بجے ختم کر دینا پڑتا تھا کیونکہ اس وقت مچھروں کی کثرت اتنی شدید ہو جاتی تھی کہ کمرہ سے باہر نکلنا غیر ممکن ہوتا تھا۔ مگر اب کم و بیش ڈیڑھ ماہ تک ایک جھونپڑی کے ساتھ ساتھ تنگ جگہ ہی میں رہنے کے بعد وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ ایک علیحدہ مکان میں رہ سکے جس میں اس کے علاوہ اس کا مختصر نوکر اور دیگر بھی موجودہ سکونت رکھتے تھے۔ اس مکان کا سب سے دلکش حصہ اس کا برآمدہ تھا جس میں وہ آرام

واطمینان کے ساتھ بیٹھ کر شیکسپیر کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ بشرطیکہ مچھر اس کی اجازت دیں۔ شیکسپیر کے ڈراموں کے مطالعہ کا شوق اس کو اول سے آخر تک ہمیشہ رہا ہے۔ اگرچہ اس جگہ رہتے ہوئے اس نے اپنے پاس کچھ اور کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ناول اور افسانہ کی کتابوں سے اسکو کبھی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔ علوم طبی کی جدید ترین دریافتیں اس کا من بھاتا مضمون تھیں وہ ڈاکٹروں کی تصانیف اکثر پڑھا کرتا تھا۔ لیکن گاہ بگاہ تاریخی کتابیں اور مشاہیر کے سوانح حیات بھی اسکے مطالعہ سے گذرتے رہتے تھے

اس کے سوا جزیرہ ایڈرسن میں اس کے لئے تفریح کا اور کوئی سامان نہ تھا۔ لیکن مناظر فطرت کا دلدادہ ہونے کی وجہ سے نیول چمبرلین اس تنہا مقام میں بھی اپنے لئے دلچسپی کے نئے سامان پیدا کر لیتا تھا۔ اوقات فرصت میں وہ اکثر تتلیوں کے پیچھے بھاگتا پھرا کرتا تھا۔ چنانچہ اُن کے نادر و نایاب نمونے اس نے جزیرہ میں رہ کر فراہم کئے۔ انہی ایام میں اس نے فوٹو گرافی کا فن شوقیہ سیکھا اور وہ ہمیشہ اس کی مشق کرتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ویرانہ میں رہتے ہوئے اس کو کھانے پینے کی معمولی چیزوں پر ہی کفایت کرنی پڑتی تھی۔ ایک بڈھی حبشن گھر میں باورچن کا کام کرتی تھی۔ اور اس کا پکایا ہوا کھانا نیول اور اس کے ساتھیوں کے کام آتا تھا۔ لیکن اگر اس کو عمدہ عمدہ کھانے مہیا بھی ہو سکتے۔ تو شاید وہ اُن کی زیادہ پروانہ کرتا کیونکہ اس نے جلدی ہی یہ بات معلوم کر لی تھی۔ کہ اس گرم آب و ہوا میں رہتے ہوئے صحت جسمانی قائم رکھنا اسیطرح ممکن ہو سکتا ہے کہ سادہ اور قدرتی طریق پر زندگی بسر کی جائے۔ اس کی خود ضبطی کا یہ عالم تھا۔ کہ اس

جگہ رہتے ہوئے اس نے شراب پینا ترک کر دیا حالانکہ گوری قوموں کے کئی آدمی ایسی حالتوں میں اس کے اور زیادہ عادی ہو جاتے ہیں ؛

اس میں شک نہیں کہ نپولین اس دور افتادہ سرزمین میں ہمیشہ اپنی زندگی غیر معمولی احتیاط کے ساتھ بسر کرتا رہا۔ لیکن پھر بھی باپ کو ہمیشہ اس کی صحت کا خیال لگا رہتا تھا۔ غور کر کے دیکھا جائے تو اتنی مدت تک اس جہنمی سرزمین میں رہنے سے کوئی خاص مضر اثر بھی نپولین جیسے لیڈر پر نہیں پڑا اس کے برعکس اس جگہ رہتے ہوئے اُس نے وہ غیر معمولی بدنی توانائی حاصل کی جو سنین سابقہ میں جبکہ اس کو کئی طرح کی پُرتعب حالتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ اس کے لیے کارآمد ثابت ہوئی۔ صرف دو بیماریاں اس کو گاہ بگاہ ستاتی رہتی تھیں۔ ایک مرض نقرس کا دورہ جو کبھی کبھی پڑتا ہے یا زکام کی تکلیف ان دو باتوں سے قطع نظر (۷۰) سال کی عمر میں بھی اس کی صحت ہر طرح اچھی ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں جب اس کو امن یورپ قائم رکھنے کے لیے بہت کچھ بھاگ دوڑ کرنی پڑتی تھی۔ تو دنیا اس کی ہمت اور قوت برداشت کو دیکھ کر دنگ رہ گئی ؛

جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے یہاں اس کی سکونت کا ہفت سالہ عرصہ جلاوطنی کا عرصہ نہیں تھا۔ جب گرمی کا موسم زوروں پر ہوتا اور مچھروں کے کاٹنے یا گرمی راتوں کی جھلجھلاہٹ سے جان عذاب میں آجاتی۔ تو وہ تین ماہ کا عرصہ بطور تعطیل بسر کرنے اپنے وطن میں چلا آتا تھا۔ اور اس جگہ گھر میں رہتے ہوئے اس کے وہ دن غیر معمولی خوشی و خرمی میں بسر ہوتے تھے۔ ان

ایام میں اس کا باپ پھر عہدۂ وزارت پر متمکن ہو چکا تھا۔ نیول کی شروع سے یہ عادت رہی ہے کہ اجنبی لوگوں سے بہت کم ملتا۔ اگرچہ وزیر رہتا ہے۔ اس لیے بھاماس میں گو اس کا میل جول بہت کم لوگوں کے ساتھ ہوتا تھا تاہم گھر میں آکر وہ دب چہکنا اور ہر قسم کی تفریحات میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ موسیقی کا اس کو ہمیشہ سے شوق رہتا تھا۔ اس نے حبشی مزدوروں سے بھی کئی طرح کے گیت سیکھے تھے جنہیں وہ گھر والوں کو شوقیہ سنایا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ انہیں اپنی بھاماس کی زندگی کے حالات بھی سناتا رہتا تھا۔ ایسے موقعوں پر اس کی باتیں اپنے اندر طنز اور مزاح کا لطف لئے ہوتی تھیں۔ اور لوگ اس کی گفتگو سنکر مشکل سے ہنسی ضبط کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ نیول جیمبرلین جو بھاماس میں کام کرتا تھا۔ اس نیول جیمبرلین سے جو گھر پر ہنسی دل لگی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ بالکل ہی مختلف تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس جگہ سب لوگ اس کی عزت اور تعظیم کرتے تھے۔ تو بھی اس میں اور اس کے ساتھ یا اس پاس رہنے والوں میں کبھی کبھی اختلاف نہ ہوتا تھا۔ چونکہ اس کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ کسی سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس لیے اس کے گہرے دوست بہت ہی کم تھے۔ لیکن اگر کسی سے اس کا رشتہ محبت ایک بار جڑ جائے تو پھر وہ آسانی سے نہیں ٹوٹتا۔ اور وہ بہترین اور وفادار دوست ثابت ہوتا ہے۔ منتظم حالت میں رہتے ہوئے لوگوں کو عام آداب مندان کبھی بھلا دینا پڑتا ہے لیکن نیول جیمبرلین نے کبھی اس کمزوری کو پاس نہیں آنے دیا۔ بلکہ ہمیشہ آداب و قواعد کا پابند رہا۔ اگر وہ

کھیت میں اپنے مزدوروں کے ساتھ مل کر نیم برہنہ حالت میں کام بھی کرتا تھا۔ تو جب کبھی اس کو جزیرہ کے صدر مقام ناساؤ میں جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ لازمی طور پر بہترین اور مکمل ترین لباس میں ملبوس ہو کر جاتا تھا۔ اس کی حالت میں شروع سے ہی یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جتنی عمر اس کی درحقیقت تھی۔ اس سے زیادہ کا نظر آتا تھا۔ اینڈروس میں رہنے سے اس خصوصیت میں کچھ اور بھی ترقی ہوگئی۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ نیول چیمبرلین نے ہمیشہ بہت کم آدمیوں سے دوستانہ رکھا ہے۔ مگر اس تعداد قلیل میں ایک شخص اس کا چچا زاد بھائی نارمن، جو عمر میں اس سے دو سال چھوٹا ہے۔ اس کا بہترین دوست رہا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس نوجوان نے نیول کے مزاج کی پوشیدہ خوبیوں کو پوری طرح سمجھ لیا تھا۔ شروع سے ہی اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ نیول زمانہ آئندہ میں ثروت و اقبال حاصل کرے گا۔ وہ اس سے گہری عقیدت رکھتا اور اس کی زندگی کو اپنے لئے آدرش بنا کر رکھتا تھا۔ یہ شخص نارمن چیمبرلین بھی شاید اپنے خاندان کا نام خوب روشن کرتا۔ اگر وہ سیاسیات میں حصہ لینے لگتا۔ لیکن اس کا میلان طبیعت اس کو دامن کشاں مذہب کی طرف لے گیا۔ اور وہاں بھی اس نے خوب نام پایا۔

نیول چیمبرلین کی زندگی میں کئی طرح کے انقلابات ہوئے۔ لیکن جو گہری دوستی اس کے اور نارمن کے درمیان قائم ہوئی تھی۔ وہ بدستور رہی۔ بعد ازاں جب وہ اس جگہ سے واپس آ کر پھر برمنگھم میں رہنے لگا۔ تو اس کو یہ رنجدہ خبر پہنچی۔ کہ اس کا چچا زاد بھائی سخت بیمار ہے۔ لیکن کچھ ایسی اس کی محبت نارمن کے دل میں جاگزیں تھی۔ کہ بیماری اور کمزوری کے باوجود وہ فوج میں

بھرتی ہو گیا اور بعد ازاں میدانِ جنگ میں کام آیا۔ مرنے سے پہلے اس نے جو آخری خط لکھا۔ وہ نیول کے نام بھیجا گیا تھا۔

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے گذشتہ ایام میں اس نے زمانہ موجودہ کی جنگ کے ہیبت ناک طریقوں کا ذکر بڑے افسوسناک پیرایہ میں کیا تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے جوانی کے وفادار دوست نارمن کے مرنے کو آج تک نہیں بھولا۔ اسی وجہ سے اُسے جنگ سے سخت نفرت ہے

لیکن ذکر اس کام کا تھا۔ جو نیول چیمبرلین نے جزیرہ اینڈروس میں کیا۔ اس کی عمل میں لائی ہوئی ترقیوں کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ اس جزیرہ میں ریلوے لائن تیار کرادی۔ اگرچہ اس کو کبھی کام میں نہ لایا جاسکا۔ وہ اٹل ہمت اور ناقابلِ شکست حوصلہ کا آدمی ہے۔ جب تک ذرا سی اُمید بھی اس کے سینہ میں باقی ہو۔ جدوجہد جاری رکھتا ہے۔ یہی حالت اس کی ۱۸۹۲ء میں تھی۔ یہی ۱۹۳۸ء میں پائی گئی۔

وہ ہر کام کو جس تن دہی اور مکمل طور پر کرتا ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ سڑکوں کی تیاری کے نئے نئے طریقے سیکھنے کے لئے کھویا گیا۔ جب ۱۸۹۳ء میں جوزف اور آسٹن چیمبرلین اس کے ہمراہ اینڈروس گئے۔ تو اُس نے ان کو کئی چیزیں دکھائیں۔ اس نے اس جزیرہ میں رہ کر جو کچھ بھی کیا۔ نہایت مکمل پیرایہ میں کیا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ جب یہ تینوں چیمبرلین اکٹھے سفر پر روانہ ہوئے تو اُن کو اس وقت سے بھی زیادہ خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جیسے دونو بھائیوں کو پہلے سفر میں پیش آئے تھے۔ سمندر میں سخت طوفان آ

گیا اور ان تبلیوں کی جان اس موقعہ پر بچ جانا معجزہ سے کم نہ تھا۔ ورنہ عین ممکن ہے۔ کہ تاریخ انگلستان کے عہدِ حاضرہ کے یہ تین سب سے بڑے سیاست دان تمسنڈ۔ کی ہی نذر ہو جاتے ۔؛

یہ بات صحیح ہے پر اس زمانے میں معلوم کرنا بہت مشکل تھا کہ کاشت کا جو تجربہ اس جزیرہ میں شروع کیا گیا ہے کامیاب ہوگا یا نہیں سیسل کا پودا پانچ سال میں پک کر تیار ہوتا ہے اور اتنے عرصہ کے بعد ہی یہ بات جانی جا سکتی ہے کہ اس سے کس حد تک فایدہ حاصل ہوگا۔ اپنی طرف سے ہر ممکن تیاری عمل میں لائی گئی تھی۔ لیکن قدرت کے بھیدوں کو کب کسی نے جانا ہے؟ آخر پانچ سال کی لگاتار محنتِ شاقہ کے بعد یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو کچھ کیا گیا محض بیکار تھا۔ کسی نامعلوم وجہ سے پودوں کی بالیدگی رک گئی اور کھیتوں پر خزاں کا سا اثر پیدا ہونے لگا۔ ہر طرح ہیلاہٹ اور پژمردگی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ اس حوصلہ فرسا تبدیلی کی صحیح وجہ کسی کو بھی معلوم نہ تھی۔ ممکن ہے مٹی کی تاثیر ہو یا کسی خاص بیماری کا اثر۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ چند ہفتے چپ چاپ اس حالت کو دیکھتے رہنے کے بعد انجام کار نیول کو سارا حال گھر والوں پر ظاہر کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔؛

اس کی دلی خواہش تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ اس ہمت شکن حقیقت کو باپ سے چھپائے رکھے خصوصاً اس لئے کہ جوزف چمبرلین ان دنوں چند ور چند سیاسی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا۔ لیکن بات چھپائے نہ چھپ سکی تھی۔ آخر کار اس نے سارا حال ایک خط میں اپنے بھائی آسٹن کے

کے نام لکھا اور اُس کو ہدایت کی کہ آہستہ آہستہ مناسب پیرایہ میں سب حالات باپ کے کانوں تک پہنچا۔ خدا جانے آسکر نے اس فرض کو کس اسلوب سے پورا کیا۔ مگر یہ ایک بات یقینی ہے یعنی بڑھے جبرئیل کے دل کو اس واقعہ سے بے حد رنج اور صدمہ پہنچا ہوگا۔ تاہم اُس نے بربادی اور ناکامیابی کی اس خبر کو حیرت انگیز صبر و سکون کے ساتھ سنا۔ اُس کے اثاثہ کا بیشتر حصہ اس تجربہ کی نذر ہو چکا تھا۔ تو بھی اس نے غیر معمولی قوت برداشت کا ثبوت دیا۔ اس بارہ میں اس کے تاثرات اس خط کے مضمون سے واضح ہوتے ہیں۔ جو آخری ایام میں اس نے اپنی بیوی کے نام لکھا تھا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حالات سراسر ہمارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ مصیبت کم ہو یا نہ پہلے ہی لبریز تھا۔ اس واقعہ نے اس میں آخری قطرہ کا کام دیا ہے۔ اب میں اُسے (وہ اونچوں سے بہتہ) خط [illegible] وہ صفائی کی کوشش [illegible] بلکہ جیسا کہ ابھی میں جو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سمجھ نہ سکی بغیر [illegible]

[illegible] رہا اسا تھ چھوڑ دیا ہے"

ظاہر ہے کہ اس کے بعد جز بڑھاپا اس میں نبولی جبرئیل نے

اب کوئی کام باقی نہ رہا تھا۔ لیکن وہ اس کے بعد بھی دو سال اس جگہ
ٹھہرا رہا۔ سوال پیدا ہوگا کہ ایسا کیوں ہوا؟ [illegible]
کی حیرت انگیز مستقل مزاجی [illegible]
کے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ دستور رہا تھا کہ وہ [illegible]
آسانی سے چھوڑنا منظور نہ کرتے تھے۔ [illegible]
تو تیسری مرتبہ پرواز کرنے کے وقت [illegible] اپنے شباب کو
یہ مقولہ کس حوصلہ افزا پیرایہ میں دہرایا تھا:۔

"اگر آدمی ایک بار کوشش کرے کامیاب نہ ہو تو لازم ہے کہ پھر
کوشش کرے پھر کوشش کرے۔"

ہمارے خیال میں ایک اور وجہ ناکامی کی یہ بھی تھی کہ اس بات کے
بعد اس تجربہ کو جاری رکھنے کی [illegible]
[illegible] ناکامی کی داستان ظاہر کرتے ہوئے [illegible] وہ ان ایام
میں [illegible] آباد [illegible] تھا اور [illegible] تحریر [illegible]
ظاہر کرتا رہا [illegible] اقتصادی ترقی کے [illegible]
کوشش [illegible]
[illegible]
[illegible]
کے باوجود اس نے وہ تجربہ [illegible]
جاری رکھا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اب اس پر [illegible] صرف کیا جا

رہا ہے وہ لاحاصل اور رائگان جائیگا۔ آخر عظیم جد و جہد کے بعد ۱۸۹۷ء میں جب کامیابی کی کوئی بعید سی صورت بھی ممکن نہ رہی تو خوف چیمبرلین کو مجبوراً اس کام سے دست بردار ہونا پڑا۔ اینڈروس کے جزیرہ میں خوشحالی کا جو خواب اس نے دیکھا تھا باطل ثابت ہوا اور کم و بیش پچاس ہزار پونڈ ضائع کرنے کے بعد اس نے انجام کار نویل کو واپس بلالیا

باب ۴

عہدِ حاضرہ کے واقعات

اس ناکامیابی کے بعد [illegible] [illegible] [illegible] ہوگیا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان مایوس کن حالات کی [illegible] کام کرنے کی طاقت یا زبردست قوت ارادی میں کچھ فرق آ گیا تھا۔ اس کے برعکس اس نے [illegible] اگر پیش آمدہ حالات میں [illegible] کی کمزوریاں پیدا ہونے کا ذہن اور بھی زیادہ [illegible] کے [illegible] پر آمادہ [illegible] اس میں شک نہیں کہ [illegible] اس میں تو جو ہوا اس نے [illegible] اس پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ [illegible] کہ اس نے اپنے عمل میں کوتاہی کی یا غفلت شعاری سے کام لیا۔ [illegible] وہ ہمیشہ اس ناکامی کے لئے ہمیشہ اپنے آپ کو برا بھلا کہتا رہا۔

اب آپ بیرلین کا خاندان برمنگھم کے نہایت مشہور خاندانوں میں شمار ہونے لگا۔ جوزف جیمبرلین کی بات تو جانے دیجیے۔ اس کا میونسپل معاملات سے گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت مقامی طور پر بہت بڑھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ اس خاندان کے کئی اور لوگ بھی اچھے اچھے [illegible] پر مامور تھے۔ ان میں سے [illegible] نے کیا [illegible] زندگی میں حصہ [illegible] سب [illegible] بہت [illegible] سمجھا جاتا تھا [illegible] سے وابستہ [illegible] سے کچھ عرصہ بعد نوجوان نویل کو برمنگھم سے [illegible] سیاسی [illegible] پوچھئے تو اس کی زندگی [illegible] سے مقامی تاجر ہوا۔ ان ایام [illegible] دی تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں اس کا تعلق [illegible] سے تھا۔ اس سے جب باپ ابھی لوہے [illegible] خانوں سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اگر بیٹے نے بھی اس کے نقش [illegible] تو یہ امر [illegible] سبب حیرت نہ سمجھا جا سکتا تھا۔ [illegible] اچھے [illegible] کی حیثیت میں بڑی خوش اسلوبی کے [illegible] انجام دیں

معاملات [illegible] آپ [illegible] بڑے بڑے ڈکٹیٹروں [illegible] ساتھ [illegible] گتھیاں سلجھائی تھیں۔ وہ اپنے عہد شباب میں بھی اس اصول کا حامی تھا کہ آدمی کو رو در رو بیٹھ کر بات چیت کے ذریعہ رفع غلط فہمی کی کوشش کرنی چاہیے۔ جزیرہ اینڈروس

کی تنہائی کی زندگی کے بعد اس کی طرز معاشرت میں فرق ہو گیا تھا اور گو سوسائٹی کے تفریحی جلسوں میں حصہ لینے کا خاص شوق نہ رکھتا تھا تو بھی اس کو بدلے ہوئے حالات کے مطابق اپنے اصولوں کو خیرباد کہنا پڑا۔ اب وہ کبھی کبھی تھوڑی سی شراب پی لیتا تھا اور گو اس کو تمباکو نوشی سے تامل [illegible] نہیں رہا تاہم اوقات فرصت میں وہ آہستہ آہستہ سگرٹ [illegible] پیا کرتا تھا۔ بعد ازاں اس نے سگار [illegible] پینے کی عادت بھی اختیار کر لی۔

نیول چیمبرلین کا برمنگھم کی [illegible] سے [illegible] تعلق [illegible] پانچ چھ اور کمپنیوں نے بھی اس کو اپنا ڈائرکٹر منتخب کر لیا۔ ان سب کاموں کی بدولت گو وہ کوئی غیر معمولی دولت جمع نہ کر سکا تاہم [illegible] اس کی مالی حالت [illegible] شروع ہو گئی۔ آمدنی میں معتد بہ اضافہ ہونے [illegible]

ہمارے لئے یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ہو سکتا کہ کس قدر آہستگی کے ساتھ اور کتنے تامل کے بعد نیول چیمبرلین نے پبلک معاملات پر توجہ دینی شروع کی۔ اپنے باپ اور بھائی [illegible] خاطر [illegible] وہ [illegible] ویسٹ برمنگھم لبرل یونینسٹ ایسوسی ایشن [illegible] تھا۔ اور [illegible] اس انجمن کا معتمد اعزازی بنا۔ امپیریل ٹرسٹ کمیٹی [illegible] انجمن قائم تھی۔ جو اس کے والد جوزف چیمبرلین کی [illegible] کیا کرتی تھی۔ بقول اس کے کاموں میں بھی [illegible] اور اسی قسم کے دوسرے کام اس نے [illegible] اپنے ذمہ لے لئے تھے

بعنی اس لیے کہ باپ کی خواہش یہ تھی۔ ورنہ اس کو بذاتہ ان امور سے کوئی خاص
دلچسپی نہ تھی۔ حالات سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ مقصد آپ پیچھے ہٹانا
چاہتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس قسم کا راستہ اختیار کرتا تھا۔ جو اس راہ سے متصادم
نہ ہو جس پر اس کا باپ اور بھائی چل رہے تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی
صحیح آمد کیا تھی۔ لیکن وہ اپنے قدرتی حجاب اور سست میلے پن کی وجہ سے
اس کا اندازہ غلط طور پر اپنے آپ کو اس قابل ہی نہ سمجھتا ہو یا اس کی وجہ یہ
ہو کہ اس کو تجربہ معلوم نہ تھا۔ باپ اپنے بڑے بیٹے آسٹن کو میدان سیاست میں
اپنا جانشین بنانا چاہتا ہے اور اس کی دلی خواہش ہے کہ وہ بقول ایک
خواص کا درباری آدمی رہے۔

نیوی آخر کار جب وہ امور سیاست میں حصہ لینے لگا۔ تو بھی اس
کا اصرار سیاسیات کے لیے کوئی طبعی لگاؤ نہ تھا۔ بلکہ اس کو محض سوشل
تعلقات کی وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ بقول جمیبرلین کے
مخالف اکثر اس بنا پر اس کے خلاف نکتہ چینی کیا کرتے تھے کہ وہ ایک خاص
قوم کے اغراض و مفاسد کا حامی ہے اور وہ جتنی تجویزیں سوچتا اور جو
تدابیر عمل میں لاتا ہے۔ ان میں یہی بات کام کرتی ہے کہ سرمایہ داری
برقرار رہے۔ لیکن اگر ہم نیول جمیبرلین کے عہد ماضی پر ایک نظر بازگشت
ڈالیں تو معلوم ہوگا۔ کہ اس نے بہت معاملات میں صرف اس لیے حصہ
لینا شروع کیا تھا۔ کہ ان عوام کی امداد کرے۔ جو اسے اپنا دشمن تصور
کرتے تھے۔ یہی بڑی عزت و وقار کی۔

جس آدمی نے تحریر و تقریر میں کبھی اپنا ذکر نہیں کیا نہ ذاتی معاملات کو کبھی روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ وہ بھی اپنی ایک تقریر میں حسب ذیل الفاظ کہنے پر مجبور ہوا:۔

والد کی مثال زندگی میں ایک ایسی بات تھی جس نے عہد شباب میں میرے دل پر گہرا اثر ڈالا اور جس کو میں نے اس زمانہ کے بعد کہ پبلک معاملات میں حصّہ لینے لگا۔ اکثر پیش نظر رکھا ہے۔ میں نے یہ بات ہمیشہ نوٹ کی ہے کہ والد کو مزدور پیشہ لوگوں سے گہری ہمدردی تھی۔ اور وہ ہمیشہ اُن کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کوشش کرتے رہتے تھے لیکن اس مثال کو دیکھ کر میرے دل میں بھی یہ شوق پیدا ہوا کہ مزدوروں کی بہتری و بہبود کے لئے کوشش کروں اور انہیں اس قابل بننے کا موقع دوں کہ وہ زندگی سے بہتر حظ حاصل کر سکیں۔

شروع میں میرا خیال تھا کہ میں یہ خدمت شہر کی میونسپلٹی کے ذریعے سے ہی بجا لا سکتا ہوں لیکن جب [illegible] آل [illegible] نے قومی سیاست کے میدان میں قدم رکھنے کا فیصلہ کیا۔ تو یہ خیال [illegible] مجھ کو دامنگیر رہا اور میں نے کبھی اس حقیقت کو فراموش نہ کیا۔

شروع سے ہی میرا یہ خیال رہا ہے کہ تمام [illegible] کو [illegible] کمائی [illegible] غریبوں کی مصیبتیں دور کرنے ان کے [illegible] اپنی پوزیشن کھولنے مفید تفریحات مہیا کرنے۔ بد [illegible] تعلیم [illegible] جاری رکھنے اور نوجوانوں کی ذہنی اور جسمانی ترقی میں ہاتھ بٹانے میں صرف

ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ اس قیمتی دولت کو آلات و ضرب کی تیاری میں ضائع کیا جائے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ میں ان کے عمل کو سخت ہی قابل نفرت خیال کرتا ہوں۔"

یہ سادہ الفاظ نیول چیمبرلین کی ساری سیاسی زندگی میں کلید کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ وہ معمولی حرفی الفاظ نہیں۔ بلکہ اس کی زندگی کا مطمع نظر ہیں یہی بات اس کی زندگی [illegible] ابتدا سے ہمیشہ ثابت ہوتی رہی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ مزدوروں کی [illegible] ان کی بہتر سکونت اور شہر کی صفائی کے انتظامات اسی طرح بہتر ہو سکتے ہیں کہ وہ شہر کے انتظامی معاملات میں حصہ لے اور اپنا اثر استعمال کرے۔ تو اس کو مجبوراً اس طرف آنا پڑا۔ اس نے ایک سوشل [illegible] قائم کی [illegible] ہسپتال بنوانے میں مدد دی۔ لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ تنہا یہی کام کافی نہیں ہے تو آخرش اس نے برمنگھم کی میونسپلٹی کے انتخاب میں حصہ لینے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن اگر برمنگھم کے شہری معاملات میں نیول چیمبرلین کی شرکت کی ابتدا یہیں سے سمجھ لی جائے۔ تو یہ غلط ہوگا۔ کہ پوشیدہ طور پر ایک اور اثر اس کی حالت پر کام کر رہا تھا۔ وہ کیا تھا؟ آگے چل کر بیان کیا جاتا ہے

جب اس کے بھائی آسٹن کی شادی ہوئی۔ تو اس کی ملاقات میجر کول آنجہانی کی دختر این کول سے ہو گئی تھی۔ جو آدھی انگریز اور آدھی آئرش خاتون تھی۔ دونوں کے تعلقات نے رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ پانچ سال بعد ان کی شادی ہو گئی۔ اس زمانہ میں نیول چیمبرلین کی عمر ۴۲ سال کی تھی اور

سب لوگ جانتے ہیں کہ اس شادی نے اس کی آیندہ زندگی پر کس قدر خوشگوار اثرات ڈالے۔ مسز چیمبرلین کو کھیل اور تفریح کے علاوہ امور سیاست سے گہری دلچسپی تھی۔ بس اس کی موجودگی نہ صرف نویل چیمبرلین کی سیاسی پیش قدمی کی محرک بنی بلکہ ہر موقعہ پر اس کی معاونت کا باعث بنی۔ بعض لوگوں کا تو یہاں تک خیال ہے کہ وزیر اعظم کے منہ سے نکلی ہوئی بعض نئی باتیں درحقیقت انہی خیالات کا نتیجہ ہوتی ہیں جو اس کی بیوی کے ذہن میں پیدا ہوتے۔ ظاہر ہے کہ ایسے بیانات کی تصدیق کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس موجود نہیں لیکن ایک بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے یعنی یہ کہ بیوی کی امداد و اعانت کے نتیجہ نویل چیمبرلین کی تحریک سے ہی اس نے شہری کونسل کی ممبری کے امیدوار کی حیثیت میں کھڑا ہونا منظور کیا تھا۔ اسی طرح بعد ازاں اسی کے زور دینے سے اس نے اپنی توجہ سیاسی معاملات کی طرف پھیری۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں مسز چیمبرلین نے اپنے منہ سے یہ بات کہی تھی کہ میرے شوہر نے صرف میرے پاس خاطر میدان سیاست میں قدم رکھنا منظور کیا ہے۔ اس بارہ میں اس کے الفاظ قابل ذکر ہیں۔

"جب میں نے مسٹر چیمبرلین سے شادی کی تو وہ ایک خاص کاروباری آدمی تھے اور پالیٹکس کی طرف ان کا کوئی بھی توجہ نہ تھا۔ مجھے شک ہے اگر میں نہ کہتی تو وہ کبھی اس میدان میں نہ آتے۔"

خود نویل چیمبرلین نے بھی اس خیال کی تصدیق کی ہے۔ اپنی

اپنی ایک تقریر میں اُس نے بڑے لطیف پیرایہ میں اس امداد کا ذکر کیا تھا۔ جو اُسے اپنے مستقبل کی تیاری میں اپنی بیوی سے ملی ہے۔ اور اس سے ضمناً یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ دونوں کے تعلقات کتنے گہرے اور پُرمسرت ہیں:

"میری خوش نصیبی ہے کہ ایک ایسی خاتون کی امداد مجھ کو ہر حال میں حاصل رہی ہے۔ اس کی محبت اور ہمدردی نے میری زندگی کا بوجھ ہمیشہ ہلکا رکھا۔ وہ میری تمام کمزوریوں کی [illegible] ہے۔ میرا کوئی بھید اس سے پوشیدہ نہیں [illegible] میرا بھید اس کے ذریعہ سے ظاہر ہوا ہے جب کبھی [illegible] مجھے زندگی میں [illegible] حاصل ہوئی۔ تو اس کی وجہ سے بڑھ کر [illegible] جب مجھے ناکامی [illegible] دیکھنا پڑا۔ تو اس [illegible] صاف [illegible] البتہ مجھ کو ہمیشہ دنیاوی خطروں سے دور رکھا اور اس بات کی [illegible] میں تعلیم دی [illegible] میں چھپی ہوئی انسانیت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔"

لیکن ان [illegible] کے بغیر بھی دنیا حالات کی بنا پر اچھی طرح جانتی ہے [illegible] حیرت انگیز عورت کی امداد اس کے شوہر کی کامیابی میں کسی [illegible] جب ۱۹۲۳ء کے [illegible] ۱۹۲۱ [illegible] واقعات [illegible] بات کا اظہار اِس دور [illegible] سے ہوتا رہا۔ اس کا محتاج بیاں نہیں۔ [illegible] جانتی ہے کس طرح اس خطرناک زمانہ میں [illegible] ہر روز [illegible] اپنی

کے گرجا میں امن کے لئے دعا مانگنے جایا کرتی تھی۔ یا جب کبھی وہ ڈاؤننگ سٹریٹ میں اپنے رہنے کے سرکاری مکان کے سامنے شوہر کے انتظار میں بے تابانہ ٹہلتی پھرا کرتی تھی۔ یا جب نیول چیمبرلین جرمن سے لندن واپس آتے تو کتنی غیر معمولی مسرت اس خاتون کے چہرہ پر پائی جاتی تھی۔ ان سب باتوں نیز ایسے ہی بے شمار اور واقعات سے عوام کو یہ معلوم کرنا ذرا بھی مشکل نہیں ہو سکتا۔ کہ ان دونوں میں کتنا گہرا روحانی تعلق ہے اور کس طرح قدرت نے ان کو ایک دوسرے کے لئے بنایا۔

برمنگھم کی میونسپل کمیٹی کا ممبر بننے کے بعد نیول چیمبرلین نے دو کام خاص طور پر اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ایک تو مکانوں کے نقشوں کا۔ دوسرا شہر کی حفظان صحت کا۔ غور کر کے دیکھا جائے تو یہی دو ایسے کام ہیں۔ جن کو کمیٹیاں بہت نظر انداز کرتی رہتی ہیں۔ اس ذریعہ سے نیول چیمبرلین کو اپنے حسب منشا کام کرنے کا اچھا موقعہ مل گیا۔ اُسے اس کام سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں اپنے شہر اور اپنے بچوں کی بہتری کے لئے یہ سب کام کر رہا ہوں۔ شادی کے ایک سال بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ڈوروتھی رکھا گیا۔ اس کے دو سال بعد فرینک نام کا ایک لڑکا پیدا ہوا

مسٹر اور مسز چیمبرلین کی زندگی ہمیشہ خوشی اور خورمی سے بسر ہوئی۔ اُن کو ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح ان لاتعداد بچوں کی بہتری کا بھی خیال لگا رہتا ہے۔ جن کی حالت اُن کی اپنی اولاد کے برابر اچھی نہیں تھی اس وقت کے بعد نیول چیمبرلین کی زندگی میں واقعات جلد جلد بدلتے

کرتے چلے گئے۔ شادی کا اثر اس کے دورِ زندگانی میں نمایاں صورت اختیار کرنے لگے۔ ۱۵ سال کے لمبے عرصہ کے بعد نیول چیمبرلین مجسٹریٹ بنا تھا۔ لیکن اس کے چار ہی سال بعد وہ برطانیہ کے ایک نہایت مشہور قصبہ کا لارڈ میئر بن گیا۔ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ اس کا انتخاب سخت محنت کا نتیجہ تھا باپ کے ساتھ اس کے حالات کا مقابلہ سچ پوچھیے تو اس کے لئے ذریعہ امداد نہیں بلکہ ایک طرح کی رکاوٹ تھا۔ جوزف چیمبرلین کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ذاتی طور پر لوگوں نے اس کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ لیکن اصولی طور پر وہ ہمیشہ بہت ہردلعزیز رہا تھا۔ اور لوگ اس کو قدر و عزت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ اس کی ہمت کی بلندی اور خوش فصاحت اس کو عوام کا لیڈر بننے میں بہت مدد دیتی تھی لیکن دوسری جانب نیول چیمبرلین نے ہمیشہ ہردلعزیزی حاصل کرنے کی کوششوں سے پہلوتہی کی تھی۔ اس چار سال کے عرصہ میں اس نے برمنگھم کی میونسپلٹی میں جو کارہائے نمایاں کئے۔ ان کی بدولت لوگوں میں یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ یہ آدمی کس پایہ کا کام کرنے والا ہے اور آئندہ چل کر اس کی موجودگی برمنگھم کے حق میں کتنی مفید ہوگی۔

۱۹۱۵ء میں جب کا یہ واقعہ ہے۔ انگلستان کی کسی میونسپلٹی کے لیڈر کو اس سے بہت زیادہ مشکلات میں کام کرنا پڑتا تھا۔ جتنی اس سے پیشتر رونما ہوتی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود مشکلات سے نہ گھبرا کر نیول چیمبرلین نے فرائض کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیا۔

.. .. اس پر

بھی یہ امر واقعہ ہے۔ کہ عہدہ قبول کرتے وقت یہ خیال ہر وقت اس کے ذہن میں پیدا نہ ہوا تھا۔ کہ وہ اس کی بدولت آگے کو نمایاں ترقی کر سکیگا۔ اس سے پہلے اسی خاندان کے سات آدمی برمنگھم کے لارڈ میئر بن چکے تھے۔ اور اُن میں سب سے اول نمبر اس کے باپ جوزف جیمبرلین کا تھا۔ لیکن نیول کے انکسار و حجاب کا یہ عالم تھا کہ اس طلائی زنجیر کو بطور نشان پہنتے ہوئے بھی جیسے کسی زمانہ میں اس کا باپ پہنا کرتا تھا۔ اس نے ہرگز اپنے آپ کو اس کا جانشین نہیں سمجھا۔ سترہ سال بعد جب باشندگان برمنگھم نے اظہار ممنونیت کے طور پر شہر کی "آزادی" کا اعزاز اس کو عطا کیا۔ تو اس نے اپنا زمانہ انتخاب پر ایک نظر بازگشت ڈالتے ہوئے خود یہ بات کہی تھی۔ کہ ۱۹۱۵ء میں مجھ کو بھولے سے بھی یہ خیال نہ آسکتا تھا۔ کہ اس کے صرف چند سال بعد میں برطانیہ کے پالیٹکس میں حصہ لے سکونگا۔ اس کے اپنے الفاظ اس بارہ میں یہ ہیں :-

"مجھ کو پختہ یقین تھا کہ میری پبلک زندگی کا آغاز و اختتام میونسپل کمیٹی کے کمرے کے اندر ہی ہوگا لیکن تجویزیں سوچنا آدمی کا کام ہے۔ اُن کا فیصلہ کرنے والی کوئی دوسری ہی بڑی طاقت ہے"

ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ برمنگھم کے جتنے لارڈ میئر ہو گذرے ہیں اُن سب میں کیا بلحاظ قوت تخلیق اور کیا بلحاظ جدت جوزف جیمبرلین کا نام بہت بلند ہے۔ اس پر ہم اسقدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ اُس کی

بیباک خدمات کا مقابلہ صرف ایک اور آدمی کی خدمات سے کیا جا سکتا ہے یعنی اس کے بیٹے نیول کی ؛

لیکن اس میں بھی ایک بات خصوصیت سے یاد رکھنے کے لائق ہے جس زمانہ میں جوزف اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہوا تو ملکہ وکٹوریہ کا پرامن اور ترقی کن عہد تھا۔ حالانکہ جب نیول نے اس کا چارج لیا۔ تو نہ صرف سارا ملک۔ بلکہ خصوصیت کے ساتھ وہ شہر جو اس کا وطن تھا عالمگیر جنگ کے بھیانک حالات سے گذر رہا تھا ؛

اگر ہم اس پہلو سے دیکھیں تو اس کی وہ کامیابیاں جو اُس نے اپنی میعاد عہدہ میں حاصل کیں اور بھی زیادہ لائق تعریف ہیں۔ اگر ہم اس مختصر سی کتاب میں وہ ساری کارگذاریاں درج کرنے بیٹھیں جو چیمبر لین نے برمنگھم کے لئے کیں تو مضمون بے حد لمبا ہو جائیگا۔ مگر ہاں مختصر طور پر اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ اس عرصہ میں اس کی خدمات گوناگوں تھیں جب ایک طرف اس کو اس بات کا خیال تھا کہ شہر کو جرمن ہوائی جہازوں کے حملہ سے محفوظ رکھے۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ وہ ایک مستقل آرکسٹرا کی داغ بیل ڈال کر برمنگھم کے لئے غذائے رُوح مہیا کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ اس کے زیر نگرانی شہر کے ہائی سکولوں اور ہسپتالوں نے حیرت انگیز ترقی حاصل کی۔ لیکن سب سے زیادہ قابل ذکر اصلاحات برمنگھم کی تعمیرات میں پیدا کی گئیں اور اس بارہ میں شہر برمنگھم بہت جلد انگلستان کے اکثر شہروں سے آگے بڑھ گیا۔ سب سے بڑھ کر جس سوال پر توجہ دی

گئی۔ وہ غریبوں اور مزدوروں کی اچھی سکونت کا نفاذ شہر کی بدترین جھونپڑیاں مسمار کر کے چیمبرلین نے وہاں لاکھ آدمیوں کے رہنے لائق نہایت اچھے مکان بنوا دیئے۔ بعد ازآں جس طرح کئی سال بیشتر باپ نے پبلک فائدہ کے کاموں کی درستی پر توجہ دی تھی۔ اسی طرح نیول چیمبرلین نے ادھر سے فارغ ہوتے ہی شہر میں چلنے والی بسوں کا انتظام ہاتھ میں لیا۔ ان ساری اصلاحات میں جو محنت کش تیاری کی محتاج تھیں۔ نیول چیمبرلین نے کم و بیش انہی طریقوں پر عمل کیا۔ جو کئی سال بعد اس نے وزیراعظم کی حیثیت میں میدانِ سیاست میں برتے۔ مختصر یہ ہے کہ اصلاح و ترقی کے جو حیرت انگیز نتیجے حاصل کیے گئے۔ وہ محض لفاظی یا لن ترانی کا نتیجہ نہ تھے۔ ان کی تہ میں اس کی زبردست شخصیت کام کرتی تھی۔ اس نے ہر ایک کام ذاتی نگرانی میں کرایا اور تمام باتوں میں ہمیشہ عملی دلچسپی لی۔

ضرورت کے ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے برمنگھم کے چڑیا خانہ کی توسیع کے سوال پر توجہ دی اور شہر کے اندر فن لطیف اور صنعت نادرہ کے جو خزائن موجود تھے ان کو مکمل کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں اپنی غیر معمولی اہمیت کے باوجود صرف مقامی قدر و قیمت رکھتی تھیں۔ انگلستان کے دوسرے قصبوں میں نیول چیمبرلین کا نام بھی مشہور ہوا۔ جب اس نے میونسپل بنک کی قائمی کے لئے زوردار کوشش شروع کی۔ اس کام میں بھی جس چیز نے اس کی توجہ کو خاص طور پر اپنی طرف مبذول کیا یہ تھی کہ بہت سے کم حیثیت لوگوں نے حالات جنگ سے فائدہ اٹھا کر کچھ نہ کچھ بچت

کرلی ہے۔ مگر اس بچت کے روپیہ کو محفوظ رکھنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔
چونکہ زمانہ جنگ میں برمنگھم کا صنعتی کاروبار خوب چمکنے لگا تھا۔ اس لئے کام
کرنے والوں کو مزدوری بھی زیادہ ملنی شروع ہو گئی تھی۔ اب ضرورت صرف اس
بات کی تھی کہ اس ذریعہ سے جو زیادہ آمدنی سب لوگوں نے کمایا ہے۔ اس کا
نفع بخش استعمال کیا ہو سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے باوقات مختلف بیان کر چکے
ہیں کہ باپ بیٹا دونوں نے سب سے زیادہ خیال اس بات کا رکھا تھا۔ کہ
ہر قسم کے صنعتی اور مالی تجربات میں غریبوں کی شرکت اور اُن کے فائدہ کو
خاص طور پر مد نظر رکھا جائے۔ اب جو تجویز میونسپل بنک قائم کرنے کی نیول
چیمبرلین نے سوچی وہ اسی راہ ترقی میں ایک نئے قدم کا درجہ رکھتی تھی۔ شروع
شروع میں بڑی مخالفت ہوئی۔ نیول کی سوچی ہوئی تجاویز گورنمنٹ کو ناپسند
تھیں اور بڑے بڑے بنک اس لئے اُن کے خلاف تھے۔ کہ ان کا اپنا فائدہ
خطرہ میں پڑ رہا تھا۔ پس انہوں نے مل کر مزاحمت شروع کی۔ انتہا یہ ہے کہ
اس کا اپنا بھائی اس زمانہ میں چانسلر آف دی اکسچیکر (وزیر خزانہ خاص) تھا
اس کا مخالف بن گیا۔ لیکن نیول کی ہمت اٹل تھی۔ اس نے جو کچھ سوچا تھا۔
کر کے چھوڑا۔ رفتہ رفتہ اس نے برمنگھم میونسپل بنک کی توسیع و اشاعت شروع
کی۔ حتیٰ کہ عرصہ قلیل میں ہی یہ بنک سارے ملک کے لئے نمونہ بن گیا۔ صفحہ
قرطاس پر آئے ہوئے سیاہ و سفید حرفوں میں یہ سب باتیں بالکل سہل
سادہ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن عملی طور پر نیول کو اس کام میں سخت ہی جدوجہد
کرنی پڑی تھی۔ اس کو نہ صرف بڑے بڑے بنکوں کی مزاحمت پر غالب آنا پڑا

بالکل نا رضامند پارلیمنٹ سے بھی کئی مسودات قانون اس بارہ میں پاس کرانے پڑے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کو حکومت کی سرد مہری کو ہمدردی میں تبدیل کرنے کے لئے کوششیں کرنی پڑیں۔ اس کار عظیم میں اس کو بارہا ناکامی نصیب ہوئی۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اس کی تجارت کامیابی کی منزل تک پہنچتے پہنچتے رہ گئی۔ یا اس کے پیش کردہ مسودات قانون میں ایسی ترمیمیں کی گئیں کہ ان کی اصلی صورت ہی بالکل مسخ ہو گئیں۔

لیکن خدا نے جو عقل رسا اور فہم و ذکا اس کو عطا کیا ہے۔ راستی اور کاروائی کا جو مادہ اس میں مخفی و مستور کیا ہے اور ان سب باتوں سے زیادہ جو کوہ شکن استقلال اور عالی ہمت اس کو ودیعت کی ہے۔ ان ساری خوبیوں کی مدد سے اس نے ہر موقعہ پر مشکلات کو بڑی آسانی سے مغلوب کر لیا۔ اس طرح کے نازک اور خطرناک حالات میں جب اس کی بجائے دوسرے آدمی بیم و ہراس کا شکار ہو کر اپنی کوششوں سے دست بردار ہو جاتے۔ یہ مرد کامگار اپنی مہم پر لگاتار مصروف کار رہا۔ حتی کہ اس نے حسب دلخواہ نتائج حاصل کر لئے۔

اس کی شاندار کامیابی کا کچھ اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ مونٹریل بنک کی قائمی کے صرف دس سال بعد اس بنک نے اتنی ترقی حاصل کی کہ صدر دفتر اور دس شاخوں میں ستر لاکھ پونڈ جمع ہو گئے۔

نپولین ہیر لین کی زندگی میں یہ واقعہ دوہری اہمیت رکھنے والا ثابت ہوا۔ اول تو یہ کہ وہ جس کام کو کرنے لگتا ہے۔ اس کے حسن و قبح کو نہ از روئے تخیل بلکہ بربنائے استدلال خوب سوچ سمجھ لیتا ہے اور اس کے بعد

جب وہ اس کا آغاز کرتا ہے۔ تو اس کو کامیاب انتہا تک پہنچائے بغیر دم نہیں لیتا۔ دوسرے یہ کہ فلاحِ عامہ کے کاموں میں وہ کسی طبقہ حتیٰ کہ اس طبقہ کی مخالفت کی بھی پروا نہیں کرتا۔ جس سے خود اس کا تعلق ہے۔ سوال پوچھا جائیگا کہ ایک اکیلا آدمی اتنی عظیم اور حوصلہ فرسا مخالفتوں پر کیونکر غالب آسکا۔ تو اس کا جواب وہی ہے جو نیول چیمبرلین کے واقعاتِ زندگی کے بیان میں بارہا دیا جا چکا ہے۔ یعنی اپنی سعی پیہم۔ قوتِ استقلال اور زبردست استدلال کے ذریعہ سے جس کی مدد سے وہ دو اور دو کی میزان چار ثابت کر کے بدترین مخالفوں کو بھی اپنا معتقد اور مویدبنا لیتا ہے۔

اِن ساری کامیابیوں کے بعد اگر اہلِ برمنگھم کو اس بات کے لئے اصرار ہوا کہ نیول چیمبرلین ہی اُن کا لارڈ میئر بنا رہے۔ تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ چنانچہ جب دوسرے انتخاب کا وقت آیا۔ تو چیمبرلین ہی لارڈ میئر چنا گیا۔ اس عہدِ ثانی میں ایک مزدور کانگرس کا اجلاس برمنگھم میں منعقد ہوا۔ جس میں نیول چیمبرلین نے بطور چیئرمین استقبالیہ کمیٹی ایک زبردست تقریر کی اور وہ تقریر اتنی پُرمغز اور پُراز معلومات تھی۔ کہ اس کا شہرہ بہت جلد دور و نزدیک ہوگیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت چیمبرلین نے فرزندِ اصغر نے بھی یہ سیاست کا وہ فن جس میں اس کا بڑا بھائی اور باپ ماہر یکتا سمجھے گئے تھے بخوبی حاصل کر لیا ہے یعنی خوش گوئی اور فصاحت۔ لیکن اس کے بہت عرصہ بعد

سنہ ۱۹۱۳ء کا وہ زمانہ آنا تھا جب اس زبردست مقرر نے اپنی لاثانی اور مؤثر تقریروں کی مدد سے بے حساب خلقت کو مسحور کر کے دکھلایا۔ ابھی اس زمانہ میں جس کا یہ ذکر ہے۔ اس کی تقریریں زیادہ تر واقعات اور اعداد و شمار تک محدود اور کسی حد تک خشک ہوا کرتی تھیں۔ صرف اوقاتِ بعید میں وہ اس شدت کے تغیرات کرتا تھا جن کا اثر سامعین کے دماغ سے زیادہ ان کے دلوں پر ہو۔ بڑی حد تک وہ لوگوں کو واقعات کے متعلق مطمئن کرنے اور ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ فصاحت کا ثبوت اس نے اسی زمانہ میں دیا۔ جب وہ قلمدانِ وزارت ہاتھ میں لے چکا اور یورپ کے واقعات عظیم برطانیہ کی پرامن فضا پر اثر انداز ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن اب بھی ایک فصیح البیان مقرر کا درجہ حاصل کرنے کے باوجود اس کی تقریریں زبان کی لطافت سے بہت زیادہ تخیل کی وسعت کا پہلو لئے ہوتی ہیں۔ تخیل کی رنگینی عبارت اور بلند پروازی ان کو حاصل کرنے کی اس نے کبھی کوشش نہیں کی۔ اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہمیشہ اپنی گہرائی۔ درد اور تاثیر کے لئے قابلِ ذکر سمجھے گئے ہیں۔ ادائے مطالب کی ندرت۔ بیان کی سادگی اور فقروں کی ہمواری میں چند باتیں اس کی تقریر کا جوہر سمجھی گئی ہیں

سنہ ۱۹۱۶ء کے آخر تک خود ممدوح کو اس بات کا شائبہ گمان تک نہ تھا۔ اس کو بھی مستقبل قریب میں عہدہ وزارت حاصل ہونے والا ہے۔ اسی سال دسمبر کے مہینہ میں وہ ایک کام کے لئے جس کا تعلق میونسپلٹی کے فرائض سے تھا لندن گیا۔ جیسا ہمیشہ اس کا معمول رہا ہے۔ وہ کسی ضروری سوال

کا فیصلہ۔ وہ رد کرنا چاہتا تھا۔ یہی وہ موقعہ تھا جب وہ غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر ہم گذشتہ ابواب صفحات میں کر چکے ہیں۔ وہ برمنگھم جانے کے ارادہ سے یوسٹن کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ چکا تھا کہ وزیر اعظم لائیڈ جارج کا ایک معتبر قاصد خبر لے کر پہنچا کہ وزیر اعظم نے آپ کو ڈاؤننگ سٹریٹ والے مکان پر یاد کیا ہے۔ یہ پیغام ملتے ہی کہ لائیڈ جارج کا ارادہ نیول چیمبرلین کو نئے محکمہ قومی سروس کا افسر اعلیٰ بنانے کا تھا۔ لائیڈ جارج کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی تھی کہ جو کام کرنا ہو بغیر کسی پیش و پس کے آنا فانا کر دیا کرتا تھا۔ اس طرح یہ واقعہ بھی پیش آیا۔

یہ راز آج تک حل نہیں ہو سکا کہ لائیڈ جارج کی نظر اس موقعہ پر خصوصیت کے ساتھ نیول چیمبرلین پر کیوں پڑی۔ کیا درحقیقت اس کو یقین تھا کہ وہ شخص جس نے میونسپل معاملات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اس نئے عہدہ کی ذمہ داریاں آسانی سے اپنے اوپر لے سکیگا یا کیا اس تقرر کی اصلی وجہ یہ تھی کہ وہ چیمبرلین نام کی سابقہ روایات کی بنا پر اس نام کے ایک اور شخص کو اپنی وزارت میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ بات جلدی ہی واضح ہو گئی کہ جو بڑی بڑی امیدیں لائیڈ جارج نے اپنے دل میں قائم کی تھیں۔ وہ نقش برآب ثابت ہوئیں۔ اول تو نیول چیمبرلین اس کام میں بالکل نوآموز تھا۔ دوسرے اُسے کامیابی حاصل کرنے کے لئے کافی سہارے اور امداد کی ضرورت تھی۔ اس کو یہ تجربہ حاصل نہ تھا۔ جس سے مدد لے کر وہ برطانی فوج کی تعداد مضاعف کر سکتا تھا۔ ہاں یہ بات

نیول چیمبرلین کے حق میں کہنی پڑتی ہے کہ وہ خود بھی کوتاہیوں کو پوری طرح محسوس کرتا تھا۔ اس نے صاف انکار نہ کرتے ہوئے یہ جواب دیا۔ [illegible] کی کہ مجھے سوچنے کے لئے وقت درکار ہے۔ لیکن لائڈ جارج تو کام میں تاخیر و تردد کا قائل نہ تھا۔ وہ جب کسی بات کو کرنے کا تہیہ کر لیتا تو پھر اُسے گھنٹوں اور گھڑیوں کے اندر پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس کی بڑی بھاری خواہش کسی نہ کسی طریقہ پر جنگ میں اتحادیوں کے لئے شاندار فتح حاصل کرنے کی تھی اور اس کام کو وہ کسی وجہ سے بھی کھٹائی میں ڈالنا پسند نہ کرتا تھا۔

یہ بات آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ دونوں کے مزاج میں جو عظیم تفاوت تھا۔ اس کی وجہ سے اُن کی آپس میں نبھ نہ سکتی تھی۔ لائڈ جارج اولوالعزم اور پرجوش تھا۔ اس کے مزاج میں جلد بازی بہت تھی۔ اس لئے برمنگھم کے رہنے والے اس آدمی کے لئے جس میں نہ تخیل تھا اور نہ تیزی اُسے کس طرح کوئی دلچسپی یا کشش ہو سکتی تھی۔

لیکن چونکہ اس نے ایک مرتبہ فیصلہ کر لیا تھا کہ نیول چیمبرلین اُس کی وزارت میں داخل ہو۔ اس لئے اب پیچھے ہٹنا دشوار تھا۔ خواہ چیمبرلین اس کام کے لئے رضامند تھا یا نہیں۔ لائڈ جارج کے اصرار پر اس کو مجبوراً ہاں کہنی پڑی۔

نیول چیمبرلین سات مہینے لندن رہا اور خیال ہے کہ اس کی زندگی کا یہ عرصہ بڑی بے لطفی سے کٹا۔ اس نے اپنے عملہ کے لئے آدمی تو

منتخب کر سے۔ لیکن وہ سب کے سب بیکار پڑے رہتے تھے۔ آج یہ کل وہ کام اس کے دائرہ اختیارات سے نکال دیا جاتا تھا۔ جب سرکاری محکموں سے کچھ کچھ اختیارات چھین کر اس نئے محکمے کے حوالے کئے تھے وہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ اپنے سابقہ اختیارات سے دست بردار ہوں۔ اس لئے اُن کی طرف سے نئی نئی روکاوٹیں پیدا کی جاتی تھیں اور لوگ جس دفتر میں چمبرلین لاکھوں نوجوانوں کو قومی خدمات کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا وہ اس دفتر کے لئے کوئی اچھی سی جگہ دینے کو بھی تیار نہ ہوتے تھے۔

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ۱۹۱۷ء اور ۱۹۳۸ء کے چمبرلین میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ آج کا چمبرلین ہر طرح کی مشکلات کے باوجود کامیابی حاصل کر لیتا۔ لیکن ۱۹۱۷ء کی حالت جُدا تھی۔ لائیڈ جارج کو سخت مایوسی ہوئی اور نیول چمبرلین کو اس سے بھی زیادہ۔ لیکن جہاں ایک طرف نیول چمبرلین اپنی مایوسیوں کو چپ چاپ سہتا چلا جاتا تھا لائیڈ جارج ہر ایک ناکامی پر خوب ہی دل کھول کر اظہارِ خیالات کرتا اور بار بار کہتا تھا کہ میں نے اس آدمی کو اس عہدہ پر مقرر کرنے میں سخت ہی غلطی کی ہے۔

بعد کے واقعات کی روشنی میں اس زمانہ کی کئی باتیں اور ہی رنگت اختیار کر گئی ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نیول چمبرلین نے جب پہلی مرتبہ اپنی منشا کے خلاف میدانِ سیاست میں قدم رکھا تو اس کو سخت ہی ناکامیابی نصیب ہوئی۔ جو کار

گذاری چیمبرلین نے اس زمانہ میں کی۔ اس کے متعلق ایک پارلیمینٹری کمیٹی کا آخری فیصلہ حسب ذیل تھا:-

"یہ منتخب کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ جو عظیم تیاریاں کی گئی تھیں اور جو بے اندازہ روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا تھا۔ ان دونوں چیزوں کے مقابلہ میں حاصل شدہ نتائج بالکل ہی بے حقیقت ہیں"

اس کے بعد چیمبرلین کے لئے مستعفی ہو کر چپ چاپ وائٹ ہال سے کھسک جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسے اپنے استعفے پر افسوس بھی نہیں ہوا۔ اس کا دھیان زیادہ تر صحت بخش کاموں پر لگا ہوا تھا جب اس کو پھر واپس جا کر نجی بزنس میں حصہ لینے کا موقع ملا تو اس کو یقیناً خوشی ہوئی ہوگی۔ لیکن نقطۂ نظر انصاف سے دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اس مایوسی کا اثر یقینی طور پر اس کی روح پر پڑا ہوگا۔ اپنے سینہ کے بطن میں اس وقت بھی اس کے ایسے ہی محسوسات ہوں گے جیسے کئی سال پہلے اس وقت تھے۔ جب وہ بہاماس کے ناکام تجربہ کے بعد انگلستان واپس آیا تھا۔ قصور دونوں حالتوں میں اس کا نہیں تھا۔ لیکن دنیا قصور کرنے والے کی عزت کو نہیں بلکہ اس کے کئے ہوئے کام کو دیکھا کرتی ہے۔ اس نے سات ماہ لندن میں کام کر کے کیا کیا؟ کچھ نہیں۔ جس طرح اس کی عمر کے سات سال جزیرہ اینڈروس میں ضائع ہوئے تھے۔ اسی طرح اب یہ سات ماہ کا عرصہ لندن میں برباد ہو گیا۔ لیکن شائد ابدی ملامت ہو زمانہ آئندہ کے سیاست دان چیمبرلین کی تیاری میں ان کھوئے ہوئے

سات برسوں کا عرصہ بھی تباہی کارگر ثابت ہوا۔ جتنا برباد شدہ سارا مادہ تھا۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر لائیڈ جارج اور جنرل چیمبرلین [illegible] حضرت کے مزاج اور طریق کار کو سمجھنے کے قابل ہو جاتے۔ تو حالات کیا سے کیا صورت اختیار کرتے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جنرل چیمبرلین [illegible] بطور جنرل سروس کے ڈائریکٹر کی حیثیت میں کامیاب ہونے سے [illegible] کا نقشہ کیا سے کیا ہو جاتا۔ مگر ہاں ایک بات کس قدر یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے یعنی اس صورت میں جنرل چیمبرلین غالباً برطانیہ کا وزیر اعظم نہ بنتا۔ سیاسی جدوجہد میں حصہ لینے سے اس کے زمانہ آئندہ کے امکانات [illegible] ختم ہو جاتے۔

دوسری جانب یہ بھی خیال کرنا پڑتا ہے کہ اگر اس سات ماہ کے عرصہ کی ناکامیوں کی تلخ یاد اس کے سینہ میں کسک پیدا نہ کرتی۔ تو شاید وہ بار [illegible] سے وصل کرنے کی کبھی کوشش نہ کرتا۔ اس ناکام تجربہ کے بعد اس قسم کا دعویٰ کرنا واقعی فضول ہوتا کہ وہ اس سے بہت اچھی [illegible] نباہ سکتا تھا۔ جنرل چیمبرلین کی خصلت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات زیادہ قرین قیاس نظر آتی ہے کہ وہ جب چاپ بر [illegible] تکلف خوشی اور خوشامد گزینی کی [illegible] کرنے لگتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ [illegible] آدمیوں سے [illegible] نہ تھی۔ اس سے پہلے جب جنرل

چیمبرلین منسٹر کا عہدہ رکھتا تھا۔ تو اس خاتون نے اپنے طرزِ عمل سے
یہ بات ثابت کر کے دکھا دی تھی کہ وہ اپنے شوہر کی ذہنی اور روحانی
ترقی کے سلسلہ میں کتنا گہرا اثر رکھتی ہے۔ اب جس وقت اس کی زندگی پھر
ایک دفعہ اسی قسم کے نقطۂ نظر و مقام پر پہنچ گئی تھی۔ اس عورت نے
نہایت ہی [illegible] اور اس کی دوستی و شوق سے [illegible] بدل ہوئی
چیمبرلین پر سے مرض اور [illegible] فضا [illegible] دور کیا

حقیقت میں نویل چیمبرلین کو پارلیمنٹ میں نشست حاصل کرنے
کی اتنی ہی خواہش نہ تھی جس طرح مسز چیمبرلین کو میونسپل کمیٹی میں کوئی
عہدہ حاصل کرنے سے آمادہ تھا۔ برمنگھم کے علاقہ میں لیڈی وڈ کا
ایک انتخابی حلقہ خالی تھا۔ چونکہ اس کے لئے مسز چیمبرلین نے مختلف
اوقات میں خدمات سرانجام دی تھیں۔ اس لئے جب ۱۹۱۸ء کا عام انتخاب
پارلیمنٹ شروع ہوا تو اس حلقہ کے ممبروں نے ان کو امیدوار بننے
پر مجبور کیا۔ لیکن جب یہ کہا، پھر بھی کھڑا ہونے کو تیار نہ تھا۔ اس کی ایک وجہ
تو یہ تھی کہ وہ برمنگھم کی تجارت میونسپل کا موں کو جاری رکھنے کے لئے بیتاب
تھا۔ دوسرے اس کو معلوم تھا کہ اگر [illegible] سے [illegible] تو حکومت
کا [illegible] ہے [illegible] پارلیمنٹ میں [illegible] مجھے اس شخص
کی قسمت کا [illegible] امید پر مجبور ہونا پڑیگا اور [illegible] بہتر [illegible]
یہ نہیں جتنا خدا کو بہتر معلوم ہے کہ وہ کسی زبردست لیڈر [illegible]
جن سے کام لے کر مسز چیمبرلین نے اپنے شوہر کے شکوک اور وجوہات

تامل رجوع کئے اور اسے مجبور کیا کہ حلقہ لیڈری وڈ کی طرف سے اُمیدوار بن کر کھڑا ہو لیکن ہمارے نزدیک اتنا کہا جا سکتا ہے کہ غالباً اس خاتون نے اپنے شوہر کو سمجھا دیا ہوگا کہ تم دارالعوام میں بیٹھ کر برنگھم کی میونسپل تجاویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا فرض اس سے بہتر سرانجام دے سکو گے جتنا غیر حاضری کی حالت میں ممکن ہے ۔

ہر چند دنیا کو معلوم تھا کہ نیول چیمبرلین ایک عہدہ جلیل پر مامور ہونے کے بارہ جو سخت ناکام ثابت ہوا ہے - اس ناکامی نے سالہا سال تک اپنا سایہ تاریک اس پر ڈالے رکھا ۔ تاہم باشندگان برنگھم خوب جانتے تھے کہ جس شخص کو وہ اُمیدوار پارلیمنٹ بنانا چاہتے ہیں - اس میں کیا کیا خوبیاں پوشیدہ ہیں - اس کے علاوہ ہمارا خیال ہے کہ جو شاندار کامیابی مسٹر چیمبرلین کو انتخاب کے موقع پر حاصل ہوئی - اس میں اس کے خاندانی نام کا اثر بھی شامل تھا - جو اس سے پیشتر اس کے باپ اور بھائی کی صورت میں کافی روشن ہو چکا تھا - لیکن اصل وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو امر واقعہ یہ ہے کہ جب ووٹ لئے گئے - نو ہزار چار سو پانچ میں سے چھ ہزار آٹھ سو ننانوے ووٹ اس کے حق میں نکلے - اس وقت جب یہ شخص پارلیمنٹ میں داخل ہوا تھا - تو اس کی عمر پچاس سال کی ہو گئی تھی ظاہر ہے کہ اس عمر میں پارلیمنٹ میں داخل ہونے والے کو کئی چیزیں اس سے مختلف صورت میں دکھائی دینے لگتی ہیں - جیسے اس صورت میں ہوتیں کہ وہ پچیس تیس سال کی عمر میں ممبر پارلیمنٹ بنتا - اس عمر میں پہنچ کر آدمی

زیادہ نکتہ چین۔ کم خواہش مند۔ اور بہت زیادہ ضابطہ بن جاتا ہے۔ اس موقعہ پر ہمیں یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہیئے۔ کہ چیمبرلین کے پارلیمنٹ میں داخل ہونے کی بڑی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ وہ اس جگہ سے اپنی مختلف میونسپل تجاویز خصوصاً میونسپل بنک کی تائید کے خیال کو عملی صورت دینے کا بہتر موقعہ حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال ہیولے سے بھی پیدا نہیں ہوا کہ میں نائیٹ جارج کا پیرو بن کر خوب نام پا سکوں گا۔ یہ بھی اس کو معلوم تھا۔ جس گورنمنٹ میں میرا اپنا بھائی وزیر خزانہ کا درجہ رکھتا ہے۔ میرے لئے اس کے خلاف ہو کر نکتہ چینی کرنا عملی طور پر ناممکن ہوگا۔ پس اس نے یہی کافی سمجھا کہ مثل دوسرے ممبرانِ پارلیمنٹ کی طرح امن اور سکون کی زندگی بسر کرتا رہے۔ جو خاص مضامین اس نے اپنے لئے پسند کئے۔ ان میں کسی جوش فصاحت کی ضرورت نہ تھی اور یہ امر واقعہ ہے کہ چیمبرلین ایک عرصہ دراز تک فصیح البیان مقرر نہ بن سکا۔ اس کی تقریریں اگر سننے والوں کے لئے کوئی دلچسپی رکھتی تھیں۔ تو محض اس لئے کہ اس کو بعض خاص مضامین میں مہارت تھی۔ وہ ہمیشہ ہر چیز میں صحت سامان کا خیال رکھتا تھا۔ اور اس کو اعداد و شمار پر کافی عبور حاصل تھا۔ لیکن یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو کسی ممبر پارلیمنٹ کو بہت جلد کامیاب بننے میں مدد نہیں دیتیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر خاص حالات مددگار ثابت نہ ہوتے۔ تو نیول چیمبرلین اپنی ممبری کے ابتدائی چند سال کے اندر اندر ہی عوام کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے پوشیدہ ہو جاتا۔

جب مشترکہ قومی وزارت کے خاتمہ کے ساتھ لائیڈ جارج کے عہدۂ وزارت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور کنسرویٹو پارٹی کی طرف سے بونرلا وزیر اعظم بنا۔ تو اس نے بعض ایسی بارعب اسامیوں کی تنسیخ شروع کی جن کو مشترکہ وزارت کے عہد میں بسلسلہ افزونی زر رکھنا پڑا تھا۔ انہی میں سے ایک آدمی جس پر اس کی نظر انتخاب پڑی نیول چیمبرلین تھا۔ ممبر پارلیمنٹ بننے کے چار سال بعد نیول چیمبرلین رکن حکومت تو بن گیا۔ لیکن وزارت کابینہ میں پھر بھی داخل نہ ہو سکا۔ شروع میں اس کو پوسٹ ماسٹر جنرل کا عہدہ پیش کیا گیا تھا۔ لیکن ابھی وہ اس عہدہ کے ابتدائی مبادیات سے بھی واقف نہ ہونے پایا تھا کہ بعض خاص حالات کے زیر اثر اس کو پے ماسٹر جنرل کا عہدہ دے دیا گیا۔ وہ صرف چند ہفتے اس عہدہ پر مامور رہا۔ لیکن پوسٹ ماسٹر جنرل کے عہدہ کی طرح یہ عہدہ بھی اس کے لئے کوئی کشش نہ رکھتا تھا۔ حسن اتفاق سے انہی دنوں ایک ایسا کام اس کو مل گیا۔ جو اس کے مذاق طبع کے عین مطابق تھا۔ یعنی وزیر صحت عامہ کا۔ جب ۱۹۲۳ء میں اسٹانلے بالڈون نے اپنی پہلی وزارت مرتب کی تو اس نے دیانت عظیم سے کام لے کر نیول چیمبرلین کو جو اس وقت تک بڑی حد تک گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ چانسلر آف دی اکسچیکر (وزیر خزانہ) کا عہدہ پیش کیا۔ یہ وقت نازک تھا کیونکہ اصطلاحی طور پر بونرلا نے اول اول اس شخص کو رکن حکومت بنایا۔ تاہم اس کی صحیح قدر و قیمت معلوم کرنے کا سہرا بالڈون کے سر ہی رہے گا۔ اس زمانہ

سے ہے کہ ان دو مدبروں کے درمیان ایسی گہری دوستی اور رفاقت قائم ہوئی جو اب تک برقرار چلی آتی ہے۔ ہر طرح کے اختلاف مزاج کے باوجود کچھ ایسا اشتراک اور یکسانیت اُن کے مقاصد اور طریق کار کردگی میں پائی جاتی تھی۔ کہ اُن کا اتحاد سلسلۂ اتحاد اور استحکام کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ بات اکثر سننے میں آئی ہے۔ اور ہمیں اس کی صداقت پر شک کرنے کی کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی کہ بالڈون نے چیمبرلین کو جو ذکر الذکر سے صرف دو سال چھوٹا تھا۔ خاص طور پر ایسی تربیت دی تھی۔ جس کی بنا پر وہ اس کا کامیاب جانشین بن سکے۔ ان دو شخصوں نے مختلف الطبع ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی صحیح قدر و قیمت کو جس خوبی سے سمجھا اس کا کچھ اندازہ ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ جو انھوں نے ایک دوسرے کے متعلق باوقات مختلف کہے تھے۔ جب چیمبرلین وزیر اعظم بنا اور کنسرویٹو پارٹی کی لیڈری کا فرض اس کے ذمہ پڑا تو اس نے اپنے پیشرو کی عزت افزائی ان الفاظ میں کی تھی :-

"میں خوب جانتا ہوں کہ میرے اندر بعض ایسے اوصاف موجود نہیں ہیں جو مسٹر بالڈون کو ممیز کرتے اور اُن کی شان و عظمت کو بڑھاتے تھے۔۔۔

اتنا کہہ کر وہ ایک ذرا سی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا سینہ ناقابل اظہار خیالات سے پُر ہے۔ اس نے تعریفی نظروں سے اپنے پیشرو کی طرف دیکھا اور پھر کہا :-

"میرے دل کو اتنی ہی تسلی ہے کہ اور کوئی آدمی ایسا نظر نہ آتا تھا جو

جو اس طرح کے اوصاف اپنے اندر رکھتا ہو گا؟

امر واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۳۸ء کے ہنگامہ خیز ایام میں جب بالڈون نے دارالامرا میں خارجی حکمت عملی کی بحث کے موقعہ پر ایک زبردست تقریر کی تو اس میں سب سے زیادہ جس بات کی قدر دانی اور تعریف کی گئی وہ نیول چیمبرلین کی امن پیدا کرنے کی کوشش تھی۔ اس زمانہ میں جیسا کہ ناظرین کو یاد ہو گا۔ دنیا کا ایک حصہ چیمبرلین کو محافظ امن کا خطاب دے رہا تھا۔ لیکن ایک اور حصہ نہ صرف فریق مخالف سے تعلق رکھنے والوں کا۔ بلکہ اس کے اپنے ہم خیال لوگوں کا بھی۔ چیمبرلین پر زبردست چوٹیں کر رہا تھا۔ اس طرح کے حالات میں بالڈون جیسے کار آزمودہ مدبر کی زبانی تعریف اور قدر دانی کے الفاظ سنکر یقینی طور پر چیمبرلین کے دل کو عظیم اطمینان حاصل ہوا ہو گا۔ اس موقعہ پر برطانیہ کے سابق وزیر اعظم نے صاف اور کھلے الفاظ میں یہ بات تسلیم کی تھی۔ کہ جو عظیم الشان کامیابی چیمبرلین نے اپنے صرف ایک اشارہ کے ذریعہ سے حاصل کی ہے۔ شاید میں انہیں لگاتار کوششوں سے بھی حاصل نہ کر سکتا۔ بالڈون کی یہ تعریف اس وجہ سے اور بھی زیادہ اہمیت رکھتی تھی کہ یہ الفاظ اس نے دارالامرا میں پہلی مرتبہ ایک لارڈ کی حیثیت میں زبان سے نکالے تھے؛

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس گوہر آبدار کو سٹانلے بالڈون نے خرمن خاشاک کے اندر سے ڈھونڈھ نکالا تھا۔ اس نے اپنے فرائض

کس طرح پورے کیے؟ شروع میں کوئی آدمی اس کے کام کو اچھا یا برا نہ کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح کا کوئی موقعہ اس کو حاصل ہی نہ ہوا تھا۔ جو اس کی خوبیاں ظاہر کر سکتا۔ وزیر خزانہ کی حیثیت میں بھی اس کی معیادِ عہدہ اتنی ہی قلیل رہی تھی جتنی پہلی تین وزارتوں میں اور چونکہ بالڈون کی وزارت ۱۹۲۳ء کے آخری ایام میں بعض دور رس اقتصادی تدابیر عمل میں لانے کی کثرت رائے حاصل کرنے کی غرض سے نئے انتخاب کے انتظار میں مستعفی ہو گئی تھی۔ اس لئے نیول چیمبرلین کو اپنا میزانیہ پیش کرنے کا بھی موقعہ نہ ملا تھا۔ ایک سال سال کے عرصہ میں چیمبرلین کو چار سرکاری اسامیوں پر کام کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ اس قدر جلد جلد تبدیلیاں ہوتے رہنے سے اُسے اپنی کارکردگی کا کوئی بھی اچھا موقعہ نہ مل سکتا تھا۔

دسمبر ۱۹۲۳ء کے انتخابات میں کنسرویٹو پارٹی کو جو بہت عرصہ پہلے اس یونینسٹ لبرل پارٹی کو اپنے اندر جذب کر چکی تھی۔ جس سے کسی زمانہ میں جوزف چیمبرلین کا تعلق تھا شکست فاش ہوئی۔ بالڈون کی وزارت مستعفی ہو گئی اور برطانیہ میں رامزے میکڈانلڈ کے زیر قیادت پہلی مزدور حکومت برسر اقتدار آ گئی اور نو ماہ تک قائم رہی۔ اب کنسرویٹو جماعت فریق مخالف بن گئی اور اس کی لیڈری سابق وزیر اعظم سٹانلے بالڈون کے ہاتھ میں آ گئی۔ یہ راستہ جو نیول چیمبرلین اور بالڈون نے مل کر مخالف بینچوں پر گذارا۔ اول الذکر کے آئندہ دور

سیاست پر گہرا اثر ڈالنے والا تھا۔ بالڈون کے ساتھ اس کی دوستی زیادہ مضبوط ہو گئی۔ قدرتی طور پر سابق وزیر خزانہ کی حیثیت میں پارٹی کے اندر اس کی پوزیشن بالکل مختلف تھی۔ وہ کنسرویٹو پارٹی کا لیڈر بن گیا تھا اور اس کی شمولیت کے بغیر آئندہ کوئی وزارت مرتب نہ ہو سکتی تھی۔ فریق مخالف میں رہنے سے نیول چیمبرلین کو پارلیمنٹری بحث کا فن سیکھنے کا اس سے بہتر اور آسان تر موقعہ مل گیا۔ جتنا اس کو برسر حکومت پارٹی کے ساتھ مل کر حاصل ہو سکتا تھا۔

مزدور پارٹی کی گورنمنٹ اُمید سے بہت پہلے ٹوٹ گئی۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کے انتخابات کے بعد کنسرویٹو جماعت کی اکثریت دارالعوام میں بہت زیادہ بڑھ گئی۔ عام طور پر اُمید کی جاتی تھی کہ نیول چیمبرلین وزیر خزانہ کی حیثیت میں کام کرتا چلا جائیگا۔ لیکن جب بالڈون نے اپنی دوسری وزارت مرتب کی اور یہ عہدہ چیمبرلین کو پیش کیا۔ تو اس نے دانشمندی کے ساتھ اس کی قبولیت سے انکار کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی دوسرے سرکاری عہدہ پر مامور ہو کر زیادہ کامیابی حاصل کر سکے گا۔ ممکن ہے اس انکار کی یہ بھی وجہ ہو کہ اس قسم کے نازک وقت میں وہ برطانیہ کے مالیات کو سنبھالنے کے فرض کو حد سے زیادہ نازک اور بڑھا ہوا محسوس کرتا تھا ؛

بالڈون کی دوسری وزارت کے زمانہ میں عالمگیر جنگ کے اقتصادی نتائج کی بدولت تدریجی ترقی عمل میں آنی شروع ہو گئی۔ اسی زمانہ میں

حفاظتی محصولات اور حدود سلطنت کے اندر ترجیحی محصول کا آغاز ہوا۔ برطانیہ کی طرف سے جن نیا ضانہ اصولوں پر عرصہ دراز تک عمل ہوتا رہا تھا اب اُن کو جاری نہ رکھا جا سکا۔ جتنی ایسے حالات کی وجہ سے جن کا خیال جوزف چیمبرلین کے دل میں (جس کا انتقال جنگ سے پہلے ہوگیا تھا) تھا پورا نہ ہو سکتا تھا۔ لوگ اسی کے خیالات اور مقاصد کو اپنانے لگے۔ نیول چیمبرلین عہد شباب سے ہی اپنے باپ کا ہم خیال رہا تھا اس لئے یہی بہتر جانا کہ فی الحال صبر کے ساتھ انتظار کیا جائے اور جب موقعہ پیش آئے تو باپ کے سابقہ پروگرام کی تکمیل کی کوشش کی جائے یہ وقت جلدی ہی آ گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے لئے نیول چیمبرلین وزارت صحت عامہ کا لیڈر بن گیا۔ حکومت کی یہ ایک ایسی شاخ تھی۔ جس میں اس کا خیال تھا کہ وہ اپنی رغبت اور قابلیت کے مطابق بہترین کام کر سکیگا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ میدان سیاست میں اس کا داخلہ صرف سوشل وجوہات سے ہوا تھا۔ اب اس کو ایک ایسا عہدہ مل گیا۔ جس کا تعلق سارے ملک کے ساتھ ہوا اور اپنی موجودہ حیثیت میں کام کر کے وہ اس پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا تھا جس کا آغاز اس نے برمنگھم میں کیا تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اس پانچ سال کے عرصہ میں جبکہ وہ اس عہدہ پر فائز رہا۔ وزیر صحت کا عہدہ سلطنت کے سارے انسٹی ٹیوشنوں میں زیادہ پر اہمیت ہو گیا۔

اس نے بیشمار مسودات قانون پارلیمنٹ میں پیش کئے۔ اور اس

بات کا خاص خیال رکھا کہ وہ سب کے سب بلا تاخیر اپنی مکمل شکل میں
صورت میں پاس ہوتے چلے جائینگے۔ کیونکہ یہ کام اس کی اپنی منشار
کے مطابق تھا۔ اس لئے اس کو کرتے ہوئے اس نے پارلیمنٹ کے آداب
اچھی طرح سیکھ لئے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ان مسودات قانون
کو پیش کرنے اور اُن کی تائید کرتے وقت صرف عملی اور کام کی باتوں کا ذکر
کیا کرتا تھا۔ تاہم اس کی تقریریں زیادہ مکمل اور زیادہ زور دار ہوتی چلی
گئیں۔ چنانچہ اب وہ بحث کے موقعہ پر زیادہ خطرناک مخالف سمجھا جاتا تھا

انہی دنوں میں اس نے غریبوں کے لئے مکانات مہیا کرنے
کا سوال بڑی سرگرمی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جب تک وہ وزیر
صحت نہ بنا تھا۔ یہ کام بالکل درہم برہم پڑا تھا۔ ایک کے بعد دوسری
حکومت برسراقتدار آتی اور لمبے چوڑے وعدے کیا کرتی تھی۔ لیکن یہ
وعدے صرف زبانی جمع خرچ تک ہی محدود رہ جاتے تھے۔ عملی طور پر
کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ لیکن چیمبرلین نے اپنے عہد وزارت میں نو لاکھ مکانات
تعمیر کروائے۔ ملک کے ہر حصہ کے اندر بے شمار گندی جگہیں صاف
کرائی گئیں۔ اور ملک کے طول و عرض میں زمانہ جدید کی طرز کے نہایت
اچھے اچھے مکانات بنوائے گئے۔ اب بھی جو کچھ اس سلسلہ میں ہو رہا ہے
وہ بقول چیمبرلین کے شروع کئے ہوئے کام کا نتیجہ ہے۔ ان ایام میں اس
کے وقت کا بہت سا حصہ دارالعوام میں کام کرتے ہوئے ان اصلاحات
کی تکمیل میں بسر ہوا۔ جو اُس نے بطور وزیر صحت پیش کی تھیں۔ اس پچاس

نو عمریں جو کام اس نے کئے ہیں ان میں خاص طور پر قابل ذکر قانون محتاجان کی
اصلاح سکاٹ لینڈ [illegible] یتیموں اور محتاجوں کی [illegible] ہیں ایسے ہی بعض اور قوانین
جن کی بدولت ملک کے اندر صنعتی ترقی [illegible] خاص طور پر [illegible] ان کوششوں
کا نتیجہ یہ ہوا کہ [illegible] اس کی صحت کی [illegible] درستی میں [illegible]
غریب طبقے کے لوگ [illegible] جاتے ہیں
ملک و ملت [illegible]
اس کی طرف [illegible] کوششیں عمل میں لائی گئیں سب سے
زیادہ خیال اس [illegible] بچوں [illegible] صحت کی درستی [illegible] کی
کوششوں کا نتیجہ یہ [illegible] جسمانی [illegible] سرکاری ملازمت میں کام کرتی
تھیں [illegible] عمل میں لائی گئی [illegible] متعدد
قانون اس مضمون کے پارلیمنٹ میں پیش کئے جن کی بدولت [illegible] عورتوں کی
حالت کو بہتر بنایا جا سکتا تھا۔ جو بچوں کی ماں بننے والی ہوں [illegible] امر واقعہ یہ
ہے کہ اس کام کو کرتے ہوئے اپنی سرگرمی کے زور میں [illegible]
[illegible] کو بھی بالکل [illegible]
کرتے ہوئے [illegible]

"یہ بات [illegible] باقی
نہیں رہتا۔ تو پھر [illegible] حالت کیا سے کیا ہو جاتی ہے [illegible] بچے
ماں کے سایہ عاطفت سے محروم ہو کر [illegible] پرورش [illegible] کے
دائرہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جو صرف ماں کی بدولت نصیب ہو سکتی ہے

آخری نعرہ کہتے ہوئے اس کی آواز میں لرزش پیدا ہوگئی۔ اور بڑے دردناک لفظوں میں اس نے کہا:۔

"میری اپنی ماں کا انتقال ایسے ہی حالات میں ہوا تھا!"

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وزیر صحت کی حیثیت میں کام کرتے ہوئے سب سے زیادہ امداد اس کو اپنی بیوی سے ملتی رہی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مسز چیمبرلین نے اپنی کوششوں کے ذریعہ سے وہ راستہ صاف کر دیا تھا جس پر اس کے شوہر کی اصلاحات عمل میں آ سکتی تھیں ۱۹۱۱ء میں پہلا سرکاری عہدہ حاصل کرنے پر نیول چیمبرلین نے اپنے کاروباری تعلقات منقطع کر لئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو بہت سا مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اس تنگ دستی کے باوجود اس کی بیوی نے مڈلینڈس میں ایک انجمن قائم کی۔ جس کا مقصد وضع حمل کے موقعوں پر عورتوں اور شیر خوار بچوں کی امداد تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے اپنی جیب سے اخراجات دے کر حاملہ عورتوں اور زیر تعلیم بچوں کے لئے مفت دودھ بہم پہنچانے کا سلسلہ آغاز کیا۔

جب ۱۹۲۹ء کے انتخاب میں مزدور پارٹی کی فتح ہوئی تو مسٹر میکڈانلڈ کے زیر قیادت دوسری سوشلسٹ گورنمنٹ مرتب کی گئی۔ اب چیمبرلین کو اپنی زندگی میں دوسرا موقعہ فریق مخالف کی طرف سے بالڈون کے پہلو بہ پہلو نزاع سیاسی میں حصہ لینے کا ملا۔ اپنے عہدہ کی میعاد پنج سالہ میں چیمبرلین کو بہت کم وقفہ تفریح کے لئے ملتا تھا۔ اب وہ اپنی ذمہ واریوں

سے آزاد ہو کر اس قابل ہو گیا کہ اپنے حسب منشا عمل کرے۔ اس فرصت
سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی بیوی کے ساتھ دنیا کی سیاحت کرنے گیا اور وہیں
ایک عجیب حادثہ ہوتے ہوتے بال بال بچا۔ ان دنوں اس کی عمر ساٹھ سال
کے قریب ہو گئی تھی۔ سیاحت اور سفر کی بدولت اس کو اچھی ذہنی
تفریح حاصل ہوتی۔ پرندوں اور مچھلیوں کے سیر و شکار کا شوق اس کو بچپن
ہی سے رہا ہے۔ ان دونوں کاموں کو اس نے ان اوقات فرصت
میں جاری رکھا۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ چیمبرلین نے ماہی گیری کا شغل کب
سے اختیار کیا تھا۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ وہ ہمیشہ اس کے ذریعہ سے
بہترین ذہنی اور جسمانی تفریح حاصل کرتا رہا ہے۔ اس کی ماہی گیری کے
متعلق بے شمار لطیفے اور کارٹون شائع ہو چکے ہیں۔ ایک موقعہ پر اس نے
دوران گفتگو میں کہا تھا کہ مچھلیاں پکڑنے سے دوسرے درجہ پر جو چیز
میرے دل کو فرحت دے سکتی ہے وہ ماہی گیری کا ذکر ہے۔ اور ہم
بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اپنی عمر میں اس نے جو بیشمار سیاسی
کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ان سب کے مقابلہ میں وہ اپنی اس کامیابی کو
زیادہ قابل فخر سمجھتا ہے۔ کہ ایک موقعہ پر دوران مقابلہ میں اس نے تیس
سیر کی مچھلی پکڑی تھی۔ باقی رہا پرندوں سے اس کی محبت اور دلچسپی کا معاملہ
تو اس کا سب سے اچھا ثبوت اس کی آپ چٹھی سے ملتا ہے جو اس نے
نازک ترین اقتصادی حالات میں اخبار ٹائمز کے نام لکھی تھی۔ اور جس کے
شروع کا یہ فقرہ قابل ذکر ہے :-

"جناب من! یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آج جس وقت میں سینٹ جیمز پارک سے سیر کرتا ہوا گذر رہا تھا۔ تو میں نے ایک گرے رنگ کی چڑیا کو بھاگتے ہوئے دیکھا ....."

"مطلب یہ کہ میں پارلیمنٹ کی اصطلاح میں رنیڈ لنک کے لیے یہ بات کہنا چاہتا تھا کہ میرا نمائندہ گرے رنگ کی چڑیا کی طرف ہے جنگی دوستی طرف نہیں"

یہ بات جلد ہی واضح ہونی شروع ہوگئی کہ چیمبرلین کی برقراری صحت کے لیے یہ اوقات تفریح کتنے ضروری تھے۔ اقتصادی حالات رفتہ رفتہ نازک ہوتے چلے گئے اور انجام کار ۱۹۳۱ء میں مزدور گورنمنٹ کو شکست ہوئی۔ ان ایام میں کنسرویٹو پارٹی کا رہنما بالڈون ایکس لیبنز میں زیر علاج تھا اور چونکہ اس کے دوسرے درجہ پر نیول چیمبرلین پارٹی کا مسلمہ لیڈر تھا۔ اس لیے اس نے مشکلات پر قابو پانے کی کوشش شروع کی۔ جب تک ممکن تھا۔ اس نے قوم کے فائدہ کو اپنی پارٹی کے فائدہ سے مقدم جانا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اسباب کی تیاری رکھی کہ وقت آنے پر اختیارات پر قبضہ پا لیا جائے۔ ان نازک ایام میں جو اندرونی کامیابیاں چیمبرلین نے حاصل کیں۔ ان کا حال پبلک کو معلوم نہیں۔ تاہم وہ ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ جو اس کے پہلو بہ پہلو کام کرتے رہے تھے۔ آخر جب میکڈانلڈ نے مزدور پارٹی کو چھوڑ کر نئی مشترکہ قومی وزارت قائم کی تو اول اول چیمبرلین کو وزیر صحت کا عہدہ

دیا گیا۔ لیکن بعد ازاں جلدی ہی وہ وزیر خزانہ کے عہدہ پر مامور ہو گیا ؛

بیشتر ناظرین کو یاد ہوگا کہ وہ فلپ سنوڈان کا جانشین تھا۔ جس نے ایک انقلابی دور سیاسی کے بعد پالیٹکس سے قطع تعلق کر رہا تھا۔ انہی ایام میں آسٹن چیمبرلین کی زبردست حیثیت بھی کمزور ہونی شروع ہو گئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اب بھی دارالعوام کی ایک نہایت محترم ہستی سمجھا جاتا تھا اور لوگ اس کو بابائے انگلستان یا بزرگ محترم (گرینڈ اولڈ مین) کہا کرتے تھے۔ لیکن سیاست کی دنیا جو پھرتی چھاؤں ہے وہ زمانہ گذر چکا تھا۔ جب اس نے برائنڈ اور سٹریسمن کے ساتھ مل کر جنیوا اور لوکارنو میں ایک نئے پرامن یورپ کی بنا ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اول الذکر دونو مدبر اس سے پہلے ملک عدم کا سفر اختیار کر چکے تھے۔ صرف آسٹن اُن کی یادگار باقی تھی۔ اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ان ہرسہ اصحاب کی کوششیں محض نقش برآب ثابت ہوئی تھیں۔ اس زمانہ کے بعد یورپ میں نئی نئی طاقتیں اور نئی نئی تحریکیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں آسٹن کو ان مسائل عظیم کی دھندلی سی صورت دکھائی دینے لگی تھیں۔ جن کا مقابلہ اس کے بھائی کو عملی طور پر کرنا پڑا۔ ایک زمانہ ایسا بھی گذرا تھا۔ جب دونو بھائی آسٹن اور نیول ایک ہی وزارت کابینہ میں دوش بدوش کام کرتے تھے۔ یعنی آسٹن

وزیر خارجہ تھا اور نیول وزیر صحت۔ اسی وزارت میں ونسٹن چرچل بھی جو بعد از اں نیول چیمبر لین کا زبردست مخالف تھا۔ وزیر خزانہ کے عہدہ پر مامور رہا تھا۔ اگرسوئے اتفاق ہے کہ جہاں آسمتھ کے شاندار اور لائق توصیف کام کا کوئی نشان بھی نظر نہیں آتا۔ وہ کام نیول چیمبر لین نے وزیر صحت کی حیثیت میں کیا اب تک مفید نتائج پیدا کر رہا ہے۔

لیکن ۱۹۳۲ء کے انتخابات کے بعد ایک ایسا کام اس کو مل گیا جسے کرتے ہوئے اسے حصول کامیابی کے اور بھی اچھے موقعے نصیب ہوئے کم و بیش چھ سال کے عرصہ دراز تک وہ وزیر خزانہ کے عہدہ پر مامور رہا۔ اس زمانہ میں اس نے یکے بعد دیگرے چھ میزانئے (بجٹ) پیش کئے اور وہ اس عرصہ میں کئی فیصلہ کن مالی اصلاحات ظہور میں آئیں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ ان موقعوں پر جتنی کم نکتہ چینی اس کے نام پر ہوئی۔ اس سے پہلے کبھی اس کے کسی پیشرو کے کام پر نہ ہوئی تھی۔ اس کے مخالفوں کو بھی بار بار یہ بات تسلیم کرنی پڑی۔ کہ یہ خوشنگ کار ہماری آدمی قوم کے حساب و کتاب اس خوبی اور صفائی سے ساتھ رکھتا چلا جاتا ہے۔ جب سے وہ اس عہدہ پر آیا ہے برطانیہ کے مالیات نے ہر پہلو میں نمایاں ترقی کی ہے نیول چیمبر لین نے ۱۹۳۲ء کے مالی انقلاب میں ملک کی رہنمائی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کی۔

غالباً اس کی زندگی کا سب سے معرکہ خیز دن چار فروری ۱۹۳۲ء کا تھا۔ جب اس نے اس قسم کے مسودات قانون پیش کئے کہ وہ برطانیہ

جو نئین نسلوں کے لئے عرصہ تک آزاد تجارت کا حامی رہا تھا۔ اصول تحفظ کا پیرو بن گیا۔ اس موقعہ پر اس کو مجبوراً اپنے والد ماجد کا ذکر کرنا پڑا کیونکہ اگر وہ اس روز زندہ ہوتا۔ جو ناکامیاں اسے کو اپنی زندگی بھر کی کوششوں میں دیکھنی پڑی تھیں۔ اُن کی تلافی ہوتے دیکھ کر بہت زیادہ خورم و مسرور ہوتا اور دیکھتا کہ وہی تجاویز جو اس کے اپنے ذہن سے نکلی تھیں۔ دارالعوام میں ایک ایسے شخص کی طرف سے پیش کی جا رہی ہیں۔ جو اس کے اپنے گوشت پوست کا حصہ اور اس کا اپنا جانشین تھا۔

اس موقعہ پر دونوں چیمبرلین بھائیوں نے جن میں سے ایک کی عظمت کا زمانہ گذر چکا تھا۔ لیکن دوسرا منزل تکمیل تک پہنچنے کے قریب تھا ایک لمحہ کے عرصہ تک ایک دوسرے کے منہ کو چپ چاپ لیکن حد درجہ متاثر ہو کر دیکھا۔

اس کے بعد اوٹاوہ کانفرنس ہوئی۔ تو سچ پوچھیے۔ یہ تجویز بھی جوزف چیمبرلین کی ہی سوچی ہوئی تھی۔ جس کی دلی خواہش سلطنت برطانیہ کے مختلف حصوں کو ایک اقتصادی لڑی میں پرونا تھا۔ اس موقعہ پر نیول چیمبرلین کو اپنے کام کا بیشتر حصہ بالڈون کے پہلو میں رہ کر کرنا پڑا۔

مشترکہ قومی حکومت کی پائیداری کی بدولت چیمبرلین کی مالی حکمت عملی کو خوب مدد ملی۔ جنگ کے بعد سے زمانہ میں ملک کی اقتصادی حالت میں جو برہمی پیدا ہوئی تھی۔ اس کے باوجود اُسے مالیات برطانیہ کے صحت و استحکام کی منزل تک پہنچا دیا۔ اپنی مالی حکمت عملی کے سلسلہ میں سے

بارہا خطرناک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ابھی ۱۹۳۷ء کے آخری بجٹ میں اس کو بڑھتی ہوئی اسلحہ سازی کے اخراجات پورا کرنے کے لیے اور ساتھ ہی لوگوں کو غیر معمولی ٹیکسوں سے محفوظ رکھنے کے لیے دو تجاویز پیش کرنی پڑیں۔ جن کو نیشنل ڈیفنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے شہری حلقوں میں اور عام طور پر ان لوگوں میں جو دوسروں کو ملازمت دیتے ہیں۔ ایک بڑا جوش اور مخالفت پیدا ہو گیا۔ اس سے پہلے جو چند ماہ کا عرصہ گزرا۔ اس میں یہ بات عام طور پر مانی جاتی تھی کہ جب بالڈون وزیر اعظم کے عہدہ سے مستعفی ہو گا۔ تو مسٹر چیمبرلین اس کا جانشین بنے گا۔ کچھ نام اس سلسلہ میں اور بھی سنے جاتے تھے۔ لیکن حالات نے سر کسی حقیقت کر نیول چیمبرلین ہی آئندہ وزیر اعظم اور کنسرویٹو پارٹی کا لیڈر ہو گا۔ کیونکہ صرف وہ اپنی قابلیت کے لحاظ سے اس کام کو بخوبی کر سکتا تھا بلکہ بالڈون کا اپنا منشا اسی کو حاصل تھا۔ غرض حالات کی مجبوری سے چیمبرلین کو اپنے زیر تجویز مسودہ قانون میں کافی ترمیم کرنی پڑی۔ اگرچہ اس کے بنیادی اصول وہی رہے۔ رفتہ رفتہ طوفان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور نیول چیمبرلین کے وزیر اعظم بننے کے امکانات روشن تر ہونے لگے۔
مئی ۱۹۳۷ء میں شاہ جارج ششم نے اس کو وزیر اعظم بنایا اور کنسرویٹو پارٹی نے بھی اسے اپنا لیڈر چن لیا۔ اس موقعہ پر اس نے اپنے دلی جذبات کا اظہار ایک نہایت موثر تقریر میں جو اس نے کچھ عرصہ بعد ایک اور موقعہ پر کی تھی۔ حسب ذیل الفاظ میں کیا تھا:۔

"کچھ دن ہوئے میں ایک دلچسپ کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ مصنف نے اس کتاب میں ہستی بعد از مرگ کے متعلق مختلف نظریات کے قابل یقین ہونے یا نہ ہونے کے سوال پر بحث کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ حقیقت میں سب سے زیادہ ناقابل یقین بات انسان کی موجودہ ہستی ہے۔ فی الحقیقت دنیا میں آدمی کی زندگی کو سب سے بڑا معجزہ سمجھا جا سکتا ہے۔ رفتہ رفتہ ہم لوگ اس دنیا میں انسان کی موجودگی سے اتنے عادی و خوگر ہو گئے ہیں کہ یہ بات خیال میں نہیں آ سکتی کہ دنیا اس کی ہستی کے بغیر قائم رہ سکتی ہے۔ لیکن میں جو بات کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ایک اس سے بھی زیادہ ناقابل یقین بات اور ہے۔ یعنی میرا اس عہدہ پر فائض ہونا جو کہ آجکل میرے پاس ہے۔"

"مجھ کو اچھی طرح یاد ہے مسٹر گلیڈسٹن آنجہانی اکثر کہا کرتے تھے کہ کسی سیاست دان کے لئے چالیس سال کی عمر کے بعد وزارالعوام میں داخل ہو کر کامیابی حاصل کرنا اتنا ہی مشکل اور دشوار ہے۔ جتنا کسی چالیس سالہ عورت کے لئے سٹیج پر ایک کامیاب رقاصہ ثابت ہونے کی کوشش کرنا میرے خیال میں عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ جرنیلوں کی طرح وزرائے حکومت بھی جوان ہونے چاہئیں۔ لیکن میری اپنی دانست میں اس معاملہ کا ایک اور پہلو بھی ہے۔"

میں اس موقعہ پر ایک چینی ضرب المثل کا حوالہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم از کم میں اسے چینی ہی خیال کرتا ہوں۔ ایک مشہور ایبرالجبر

اس ضرب المثل کو بڈھے آدمیوں کے برسر عہدہ ہونے کے حق میں عموماً پیش کیا کرتے تھے۔ وہ ضرب المثل یہ ہے۔ ایک کمزور اپاہج اونٹ اب بھی کئی گدھوں کا بوجھ سہارنے کی طاقت رکھتا ہے!!

جیسا ناظرین دیکھیں گے۔ ان فقروں میں ایک اس طرح کا خشک مذاق پوشیدہ ہے۔ جس کی صحیح خوشی صرف چیمبرلین کے دوستوں کو ہی معلوم ہے۔ نیز اس کے علاوہ حجاب اور مسٹر میلارین یعنی اس طرح کا مسٹر میلارین جو کسی وزیر اعظم کے لئے ضرورت سے زیادہ سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن اب تک جو حالات بیان کئے جا چکے ہیں۔ ناظرین نے اُن کی بنا پر معلوم کیا ہوگا۔ کہ چیمبرلین شروع ہی سے احتیاط و آہستگی سے قدم اُٹھانے کا عادی رہا ہے۔ جب اس نے اس زمانہ میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ جو خارجہ حکمت عملی کے لحاظ سے نہایت ہی پیچیدہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی اس زمانہ میں جب والئ پر قبضہ ہو چکا تھا اور جرمنی اور سپین کی خانہ جنگی نشیب میں نظر آتی تھی۔ تو اس نے اس موقعہ پر بھی احتیاط و انتظار کی پالیسی ہی اختیار کی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی سوچی ہوئی تجاویز اور مقاصد پہلے سے تیار تھے۔ لیکن وہ ان تجویزوں کو عملی صورت دینے سے بیشتر اپنے عہدہ کے فرائض کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا ضروری خیال کرتا تھا۔

جس وقت نیول چیمبرلین وزیر اعظم بنا تو کنسرویٹو فریق نے جیسا کہ اس کا فرض تھا۔ پرجوش عقیدت کا اظہار کیا۔ فریق مخالف نے بھی

حسب ضرورت نکتہ چینی کی۔ لیکن اصولی اور بنیادی طور پر دیکھا جائے تو اس زمانہ میں خارجہ حکمت عملی کے مسائل میں کوئی یہ نہ جانتا تھا کہ اس کا طریق کار یا لائحہ عمل کیا ہوگا اور وہ زمانہ اسی قسم کا تھا کہ خارجہ حکمت عملی باقی تمام باتوں پر حاوی تھی۔ گاہ بگاہ لوگ اس بات کا شک کرنے لگتے تھے کہ وہ علیحدگی پسند ہے۔ لیکن عملی ثبوت نہ اس رائے کے حق میں ملتا تھا۔ اور نہ اس کے خلاف۔ وزیر خزانہ کی حیثیت میں اس نے سیاست خارجہ کے مسائل میں کچھ بھی حصہ نہ لیا تھا۔ کیونکہ یہ کام اس زمانہ میں انتھنی ایڈن کے ذمہ تھا۔ صرف ایک موقعہ پر اس نے اپنے آیندہ پروگرام کا کچھ دھندلا سا نقشہ پیش کیا تھا۔ یعنی جون ۱۹۳۶ء میں ایک ڈنر کے موقعہ پر یہ بات اس نے کہی تھی کہ مجموعی تحفظ اپنی اصولی صورت میں ناقابل عمل پایا گیا ہے ؛

شروع شروع میں کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیا چیمبرلین برطانیہ کی خارجی حکمت عملی کے سوال میں آخری فیصلہ کا حق اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے یا کسی دوسرے کے حوالے کرنا۔ لیکن جلدی ہی یہ بات معلوم ہوگئی۔ کہ پہلی صورت اس کو پسند ہے۔ بقول چیمبرلین نے اپنے ذہن میں ایک مقصد قائم کر لیا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے زوردار کوشش شروع کی۔ یہ مقصد کیا تھا۔ اس کا حال مختصر لیکن صحیح لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ یورپ میں امن قائم کرنا چاہتا تھا اُسے اس بات کا پورا یقین ہوگیا تھا کہ زمانہ گذشتہ کے طریقے

جن کا تعلق قوموں کی لیگ۔ باہمی تحفظ یا اسلحہ سازی کی پابندیوں سے تھا۔ بعد از وقت اعلا حاصل ہیں۔ اُن سے عملی طور پر فائدہ کی بجائے نقصان پہنچتا ہے۔ ان باتوں سے امن قائم نہ ہوتا تھا۔ بلکہ کئی طرح کی پیچیدگیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ برطانیہ کی خارجہ حکمت عملی ہمیشہ یہ رہی تھی کہ یورپ کے لیے ٹکڑے نہ کیے جائیں۔ لیکن جلدی ہی یہ بات واضح ہونی شروع ہوگئی۔ کہ ڈکٹیٹروں اور جمہوریت پسندوں کا پہلو بہ پہلو امن اور آشتی کے ساتھ رہنا عملی صورت میں ناممکن ہے۔

چیمبرلین اس خطرہ کی روک تھام ضروری سمجھتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ پرانے طریقے بے سود ثابت ہو رہے ہیں۔ تو اس نے نئے طریقوں کی تلاش شروع کی۔ لیکن اس کا حال تو زمانہ آئندہ میں ہی جانا جا سکیگا۔ کہ جو طریقے اس نے پسند کیے وہ کسی حد تک صحیح تھے۔ لیکن دنیا کو جلدی ہی یہ بات معلوم ہوگئی۔ کہ چیمبرلین نئے نئے طریقوں کا حامی ہے۔ اس کا سب سے پہلا ثبوت جو اس کی طرف سے علاوہ اس ذاتی خط کی صورت میں تھا۔ جو اس نے مسولینی کے نام اس مضمون کا لکھا تھا کہ ہمیں آپس میں مل کر دونوں ملکوں کی باہمی کشیدگی رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ وزیر اعظم کی اس کارروائی سے شروع ہی میں اس کا اپنے نوجوان وزیر خارجہ انیتھنی ایڈن کے ساتھ اختلاف رائے ہونے لگا تھا۔ یہ اختلاف رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ انجام کار وزیر خارجہ کو ۱۹۳۸ء کے آغاز

میں عہدہ وزارت ترک کرنا پڑا۔ جب ایڈن نے استعفیٰ دیا۔ تو فریق مخالف کی بہت سی آوازیں جو پہلے ہی چیمبرلین کو فسسٹ خیالات کا حامی کہنے لگے تھے بلند ہونی شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ خاندان ایڈن کا اثر چیمبرلین کی خارجہ حکمت عملی میں ہر موقعہ پر نمایاں ہو رہا ہے۔ لیکن ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہو یہ کہنا کہ وہ فسسٹ جماعت کا حامی ہے۔ سراسر غلط سمجھا جا سکتا ہے:۔

میں آزادی کا معتقد اور حامی ہوں۔ اس جگہ آزادی نہیں۔ وہاں جمہوریت بھی نہیں اور میں وہ شخص ہوں کہ جمہوریت کی برقراری کے لئے نہ صرف خود لڑنے کو آگے بڑھونگا۔ بلکہ اس ملک کے باشندوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلوں گا۔ اگر برطانیہ پر حملہ کیا گیا تو وہ اپنی حفاظت اسی خوش اسلوبی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ جس طرح اس سے پیشتر کرتا رہا ہے"۔

جو آدمی اس طرح کے واضح اور صاف الفاظ میں اپنی جمہوریت پسندی کا اظہار کریگا۔ اس کے لئے اپنے عہد وزارت میں یہ دیکھنا کس قدر موجب تکلیف ثابت ہوا ہوگا۔ کہ واقعات یکے بعد دیگرے اس طریقہ پر ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ جن سے نہ صرف یورپی جمہوریت کا مستقبل بلکہ خود برطانیہ کی جمہوریت بھی خطرہ میں پڑتی نظر آتی ہے۔ چیمبرلین نے جو کوشش مسولینی سے آشتی پیدا کرنے کے لئے کی تھی

وہ بعد از وقت ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ مسولینی کے ہاتھ اس سے پہلے ہی جکڑے جا چکے تھے۔ حتیٰ کہ جب ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء کو آسٹریا کے چانسلر شنشگ کو مستعفی ہونے پر مجبور ہونا پڑا اور جرمن فوجوں نے آسٹریا میں داخل ہو کر اس کی آزادی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ تو وہ ٹک ٹک دیکھتے رہنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ ان حالات میں برطانیہ اور فرانس کی عظیم مغربی جمہوریتوں کو بھی طے شدہ واقعات قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا۔ وجہ یہ کہ اگر کوئی اور چارہ کار تلاش کیا جاتا تو نتیجہ جنگ کے سوا کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن امر قابل ذکر یہ ہے کہ گو ان ایام میں مخالفوں نے چیمبرلین کی جمہوری پالیسی پر سختی سے نکتہ چینیاں اور حرف گیریاں کیں۔ تاہم وہ امن کا حامی بنا رہا اور آسٹریا کے سانحہ میں داخل اندازی کے لئے آمادہ نہ ہو سکا۔ انہی ایام میں ہسپانیہ میں خانہ جنگی نے جو حالات اختیار کئے۔ وہ بھی کچھ کم صبر آزما نہ تھے۔ ہر چند بڑے ملکوں میں اس بات کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ اس خانہ جنگی میں کسی طرح کی داخل اندازی نہ کی جائیگی اور برطانیہ نے اس معاہدہ کی شرطوں پر عمل بھی پوری طرح کیا۔ تاہم اٹلی اور جرمن برابر جرنیل فرینکو کو نمایاں فوجی امداد دیتے رہے۔ چونکہ ہسپانیہ کے نیشنلسٹ فریق کے ہوائی حملوں سے برطانوی رعایا کی جان و مال کا نقصان برابر ہو رہا تھا۔ اس لئے فریق مخالف کو چیمبرلین کی مجہول پالیسی پر اور بھی زیادہ سختی سے نکتہ چینی کا موقع مل

گویا لیکن چیمبرلین کے حق میں یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس نے صرف ہمدردی الفاظ کہنے تک قناعت کی۔ لوگوں نے ان کی کوششوں کے بے نتیجہ ہونے کو کمزوری کا نشان قرار دیا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر اس موقعہ پر برطانیہ اپنی غیر جانب داری کو چھوڑ دیتا تو نتیجہ یورپ کی جنگ عظیم کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا اور چیمبرلین کی تو خواہش یہ تھی کہ زیادہ نہیں تو کم از کم ایک نسل تک کے لئے یورپ میں امن قائم رہے۔

اس کشمکش کے زمانہ میں یہ بات رفتہ رفتہ واضح ہونی شروع ہوگئی کہ وزیر اعظم نے برطانیہ کی خارجی حکمت عملی اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ چنانچہ ایڈن کے مستعفی ہونے پر اس نے اپنے دوست لارڈ ہیلی فیکس کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ کیونکہ وہ ہر بات میں چیمبرلین کی پالیسی پر عمل کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ انہی دنوں وان سٹارٹ کو جو چیمبر لین سے پیشتر برطانیہ کی خارجی پالیسی میں بڑا اثر رکھتا تھا۔ ایک شاندار خطاب دے کر اس کے سارے اختیارات چھین لئے گئے۔

یورپ کے بین الاقوامی نزاعات کے متعلق جو امن پسندانہ رویّہ چیمبرلین نے اختیار کیا تھا اس کی بدولت رفتہ رفتہ اس کا مرتبہ وزارت خطرہ میں پڑنے لگا۔ اتنا یہ ہے کہ اخبار ڈیلی ایکسپریس کو بھی اس بات کا شک پیدا ہوگیا کہ چیمبرلین در پردہ بلیجر کی پسند ہے۔ چنانچہ مجموعی طور پر اس کی پالیسی کی حمایت کرتے ہوئے بھی اخبار مذکور کو

ایک مضمون اس عنوان سے شائع کرنا پڑا۔ مسٹر چیمبرلین۔ یہ نیشنل فصلہ سیاست ہے کیوں نہیں آپ اس کی تردید کرتے ؟

یہ حال تو تھا معاملات خارجہ کا۔ اور ملکی معاملات میں بھی وزیر اعظم کو کسی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومتی حلقوں میں اس سے وزیر محکمہ ہوا بازی لارڈ آسوئنٹن پر کڑی نکتہ چینی کی گئی اور جب انجام کار چیمبرلین نے اس سے بے استعفی کر لی تو اس پر اس وجہ سے چوٹیں ہونے لگیں کہ وہ اپنی ذمہ داری اپنے ہم جلیسوں کے کندھوں پر ڈال کر اپنی گلو خلاصی کرتا ہے۔ لیکن دوسری جانب کئی ایک معاملات میں اس کو کامیابی بھی نصیب ہوئی۔ ہور بلیشا نے جسے چیمبرلین نے وزیر جنگ مقرر کیا تھا۔ فوج میں انقلابی اصلاحات شروع کیں۔ وزیر اعظم کی منشا اور اتفاق رائے سے فوج کے جنرل سٹاف میں سے بڑے بڑے افسروں کو نکال کر نوجوانوں کو بھرتی کیا گیا۔ ان حیرت انگیز اور وسیع تبدیلیوں کو دیکھ کر وہ لوگ بھی چکنے ہو گئے۔ جن کا خیال تھا کہ چیمبرلین کبھی اس طرح کے اولوالعزمانہ کاموں کی ابتدا نہیں کر سکتا ۔

اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جوزف چیمبرلین نے مسئلہ آئرلینڈ کی بنا پر حکومت سے قطع تعلق کر کے وزیر اعظم بننے کا موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ تاہم نول چیمبرلین نے اس صدیوں کے پرانے جھگڑے کو خوشگوار طریقہ پر سلجھا کر ایک عظیم الشان فتح حاصل کی۔

برطانیہ اور آئرلینڈ کے درمیان جو نیا معاہدہ طے پایا اور نوجوان وزیر نوآبادیات مسٹر ملکم میکڈونالڈ کی کوششوں سے تیار ہوا تھا۔ اس کی بدولت آئرلینڈ کو ایک نوعاً آزاد حکومت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہ غور طلب ہے کہ ایک نسل پیشتر جس کارروائی کو جوزف چیمبرلین نے سلطنت برطانیہ کے حق میں بہتر سمجھا تھا۔ وہی آخرکار سلطنت کی تقویت و استحکام کا موجب ثابت ہوئی ؛

اس موقع پر چیمبرلین کے دائمی مخالف ونسٹن چرچل نے ایک ہیبت ناک خطرہ کی پیش بینی کرتے ہوئے بھیانک انداز سے مخالفانہ تقریر کی تھی۔ تاہم آئرلینڈ کے ساتھ برطانیہ کا جو سمجھوتہ ہوا ہے۔ اس کی بدولت ہر ایک فریق کا اطمینان ہو گیا ہے۔ اور یہ گمان کیا جاسکتا ہے بلکہ ابھی پورا یقین ہونے لگا ہے کہ چیمبرلین بھی اپنی پالیسی کی بدولت ضرور اپنے مقاصد حاصل کریگا۔ ایک موقع پر جب چیمبرلین نے انگلستان کی زراعت کا تحفظ منظور کر کے عالمگیر تجارت میں آزاد تبادلہ کی حمایت کی تو کنسرویٹو پارٹی کے کچھ لوگوں نے اس کی زوردار مخالفت شروع کر دی تھی۔ لگاتار کئی ہفتوں تک یہ فریق چیمبرلین پر الزام عائد کرتے گئے کہ وہ صنعت و حرفت کا حامی اور زراعت کا دشمن ہے۔ چنانچہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سے اس فریق نے مخالفت کا ایک پرجوش طوفان پیدا کر دیا۔ لیکن چیمبرلین کی امن پسندی اس موقع پر بھی کام آئی۔ اس نے مخالف جماعت کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھ کر گفت و شنید

کرلی۔ نوبت آلیا گئی ہو گئی ؟

پارلیمنٹ کے ممبر اس وقت تک کہ نیول چیمبرلین وزیراعظم بنا۔ اُس کی تقریروں میں عالمانہ رنگ کے قائل نہ تھے۔ لیکن اب اُن کو بھی اس کی فصاحت و بلاغت تسلیم کرنی پڑی۔ جب ۱۹۳۸ء کی گرمیوں میں اس نے اسلحہ سازی کی بحث میں حصہ لیتے ہوئے اپنی خارجہ حکمتِ عملی کی حمایت کی اور جمہوریت و آزادی کے حق میں اظہارِ خیالات کیا۔ تو مخالف بھی اس کی خوبی تقریر کا لوہا مان گئے۔ اور بول اُٹھے۔ کہ ایسی شان دار فصاحت سالہا سال کے عرصہ میں کبھی سننے میں نہ آئی تھی۔ اب تک شرم و حجاب کی جو پابندیاں اس نے اپنے اوپر قائم کر رکھی تھیں۔ ٹوٹ گئیں۔ وقت آگیا۔ جب وہ اپنی مرضی کے مطابق ہر ایک کام بے دریغ کر سکتا تھا۔

لیکن چیمبرلین کی شخصیت اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ کچھ عرصہ کے بعد اس مشکل زمانہ میں ظاہر ہوئی۔ جب ستمبر ۱۹۳۸ء میں زیکوسلواکیہ کو بھیانک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

اس زمانہ تک جیسا ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔ چیمبرلین کی وزارت کامیابی اور ناکامی کے بیچ میں ایک غیر معین درجہ رکھتی تھی۔ چیمبرلین نے یورپ میں امن قائم کرنے کے لئے جو کوششیں کی تھیں۔ اُن کی بدولت کچھ جزوی نتائج حاصل بھی ہوئے تھے۔ لیکن ان کے ذریعہ سے یورپ کی مکدر فضا بالکل صاف نہ ہوئی تھی۔ زیکوسلواکیہ کے معاملہ

نے اس بھرے ہوئے پیمانہ کو چھلکا دیا۔

آسٹریا کی تسخیر کے بعد جرمن گورنمنٹ نے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ ہم زیچو سلواکیہ کے خلاف پیش دستی کی کوئی کارروائی نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود زیچو سلواکیہ کے اندر جو جرمن آبادی قلیل تعداد میں موجود تھی۔ اس نے جرمن وطنی کی تحریک وامداد سے دھمکی آمیز رویہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ ۲۴ مارچ کو کارلس باد کے مقام پر ہٹلرین نے اپنے آٹھ مطالبات پیش کئے۔ زیچ حکومت نے ان اصلاحات کی منظوری سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس سے ہمارے ملک کی ہستی خطرہ میں پڑتی ہے۔ جب زیچ حکومت اور سوڈیٹن جرمنوں کے درمیان باہمی کشیدگی بڑھتی گئی اور حالات زیادہ پیچیدہ صورت اختیار کرتے گئے۔ چیمبرلین نے پھر ایک مرتبہ نئی طرح کا شخص تجویز کیا۔ یعنی لارڈ رنسی مین کو برطانی ماہروں کی ایک جماعت کے ساتھ باہمی سمجھوتہ کرانے کے لئے پراگ بھیج دیا۔ جولائی کے آخری ایام سے لے کر اگست کے درمیانی عرصہ تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید رنسی مین کی گفت و شنید کامیاب ثابت ہوگی۔ لیکن ۵ اگست کو جرمنی میں لام بندی شروع ہوگئی۔ دس لاکھ کے قریب فوج اکٹھی کی گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی چار لاکھ سپاہی برلن کی مغربی سرحد پر استحکامات کی بہبودی کے لئے بھیج دیئے گئے۔ یورپ میں ہر شخص نے یہی سمجھا کہ جرمنی تجربہ کے طور پر یہ لام بندی کر رہا ہے۔ اور یہ لام بندی درجہ اول میں زیچو سلواکیہ کے

خلاف اور نہ جمہوریہ ثانی میں اس کے مغربی معاون فرانس کے خلاف ہے۔"

اس کے بعد واقعات ایک نئی سی تیزی رفتار کے ساتھ ظہور میں آتے چلے گئے۔ جلدی ہی یہ بات واضح ہوگئی کہ برلن کی رہبری میں سوڈیٹن جرمن زیچ حکومت کے اندر کسی بھی شرط پر رہنے کے لیے تیار نہیں۔ جابجا فسادات ہونے لگے۔ جرمن اخبارات نے زیچو سلواکیہ کے خلاف جی کھول کر زہر اگلنا شروع کر دیا۔ جس کا مطلب یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ جرمن کو دخل اندازی پر اکسا رہے ہیں۔ زیچو سلواکیہ کے خطرے کے اس زمانہ میں شریف مخالف کی طرف سے وزیر اعظم چیمبرلین پر اس بنا پر چوٹیں ہوتی رہتی تھیں۔ کہ جب اس نے زیچو سلواکیہ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ تو پھر اس وعدہ کو کیوں نہیں پورا کرتے ؟ لیکن چیمبرلین نے جو تقریر ۲۴ مئی کو کی تھی۔ اس کے آگے قدم بڑھانا منظور نہ کیا۔ تب اس نے کہا تھا کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہیں برطانیہ کی طرف سے کسی طرح کا ضمانتی وعدہ نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر جنگ شروع ہوئی۔ تو یقین اغلب ہے کہ شریک جنگ ملکوں کے علاوہ کئی اور ملکوں کو بھی اس آگ میں کودنا پڑے۔"

در حقیقت چیمبرلین اپنے اس محتاط بیان کے ذریعہ سے ایک طرف جرمن کو خبردار کرنا چاہتا تھا اور دوسری جانب یہ بھی اس کا منشا تھا۔ کہ پیش از وقت ہی مخالف محاذ قائم و مستحکم نہ ہونے پائیں۔"

بعد کے واقعات محتاج بیان نہیں۔ ۱۲ ستمبر کو اڈولف ہٹلر نے نیورم
برگ پارٹی کانگریس کے موقعہ پر ایک فیصلہ کن تقریر کی۔ اس نے مطالبہ
پیش کیا کہ زیکوسلواکیہ کے اندر جرمن اقلیتوں کو حکومت خود اختیاری کا
حق حاصل ہونا چاہئے۔ اس کام میں جرمن دلیتی اس کو ذریعے امداد دینے کے
لئے تیار ہے۔ اس کے ۲۴ گھنٹے کے بعد سوڈیٹن جرمنوں نے زیکو
گورنمنٹ کو ایک الٹی میٹم بھیجا جس کا کچھ جواب نہ دیا گیا۔ اس کے ساتھ
ہی جب جرمن فوجیں زیکو سرحد پر جمع ہونے شروع ہو گئیں تو یورپ
میں اس خیال سے ذہنیت کی افراتفری پیدا ہو گئی کہ پھر ایک بار
عالمگیر جنگ شروع ہونے کو ہے اور کوئی نہیں جانتا اس کا آغاز
کس وقت ہو جائے گا۔ اس سانحہ کی سنجیدگی میں یورپ کے سارے
مدبر سخت ہراساں لیکن بے بس کھڑے ایک دوسرے کا منہ تک
رہے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب چیمبرلین نے اپنا سب سے بڑا اور
شاندار تاریخی کارنامہ کیا۔ نہیں [illegible] اس نے اس تجویز کو عمل
[illegible] دی۔ جسے وہ بڑی مدت سے اپنے ذہن میں سوچے ہوئے تھا
سادہ اور سیدھے لفظوں میں اس نے ایک [illegible] ہٹلر کے نام اس
مضمون کا بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات [illegible]۔ چند گھنٹوں
کے اندر اندر جواب وصول ہو گیا جس میں وزیر اعظم کو [illegible] چیمبرلین
کو شوق سے تشریف لانے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ دنیا
ابھی حیرت پر غالب آ سکتی۔ برطانیہ کا ۶۹ سالہ بڈھا وزیر اعظم ہوائی

جہاز پر بیٹھ کر میونخ پہنچ گیا۔ اپنی عمر میں وہ اس سے پہلے کبھی ہوائی جہاز پر نہ بیٹھا تھا۔ مزے واری دیکھئے کہ اس سے چند ہفتے پیشتر بادشاہ سلامت نے اپنا ذاتی جہاز یہ کہ کر اس کو پیش کیا تھا کہ آپ سکاٹ لینڈ جاکر شوق ماہی گیری پورا کریں۔ تو بڈھے مدبر نے مسکراتے ہوئے انکار کر دیا تھا۔ اس کا جواب یہ تھا کہ میں کبھی اپنی عمر میں ہوائی جہاز پر نہیں بیٹھا اور نہ کبھی بیٹھوں گا۔ لیکن اب نہ دیکھئے کہ وہی شخص ایک تیز رفتار برطانی ہوائی جہاز پر سوار ہو کر ایک "تاریخی ملاقات" کے لئے جا رہا ہے۔

موسم نے دھوپ ان کا ساتھ دیا۔ جہاں پہلے سخت مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں اب امید نے جگہ حاصل کرنی شروع کی۔ امن کی امید اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی۔ جب باشندگان جرمن نے برطانی مہمان کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا اور محبت اور تعریف کے ساتھ پیش آئے۔

اس موقعہ پر ہٹلر اور مسٹر چیمبرلین کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ امید سے بہت زیادہ مختصر ثابت ہوئی اور دوران گفتگو میں ان دونوں کے علاوہ صرف ایک آدمی اور موجود تھا یعنی ہیر شمٹ جو ترجمان کا فرض ادا کرتا تھا۔ اس گفتگو سے چیمبرلین کو پورا یقین ہو گیا کہ ہٹلر کا اطمینان اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ سوڈیٹن جرمن علاقے زیکوسلواکیہ سے علیحدہ کر کے جرمن ریش میں شامل کر دیئے جائیں۔ چیمبرلین کی

ذاتی رائے یہ تھی کہ حکومت خود اختیاری کا حق سوڈیٹن جرمنوں کو ضرور ملنا چاہیئے۔ لیکن وہ برطانیہ اور فرانس کی حکومتوں سے مشورہ لیے بغیر کسی قسم کی بڑی رعایت دینا منظور نہ کر سکتا تھا۔

پس وہ لندن کو واپس چلا اور برطانیہ اور فرانس نے مل کر ہٹلر کے مطالبات کی بنا پر امن کی نئی تجویز سوچی۔ جب دونوں ملکوں نے مل کر زیکو حکومت پر دباؤ ڈالا تو اس کو بادل ناخواستہ ماننا پڑا۔ چنانچہ ۲۲ ستمبر کو چیمبرلین کا ہوائی جہاز پھر ایک دفعہ آسمان سے گزرا اور اب کی مرتبہ وہ دریائے رائن کے کنارے گوڈس برگ پہنچا۔ دوسرا تجربہ پہلے سے کس کا منتظر تھا۔ اب ساری دنیا کی امید چیمبرلین ہی تھی۔ درحقیقت اس وقت اس کی حیثیت محض ایک برطانوی مدبر کی تھی۔ بات سچ پوچھئے۔ تو وہ لاتعداد خلق خدا کا قائم مقام بن کر تلاش امن کے لئے اس جگہ آیا تھا۔

گوڈس برگ میں جو کچھ ہوا اس کا حال بیشتر نا گفتہ بہ ہوگا۔ اب ہٹلر کے مطالبات سابق کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ وہ ایسی ایسی باتیں پیش کرتا تھا۔ جن کو منظور کرنا عملی طور پر ناممکن تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنے مطالبات کو بزور منوانے کے لئے جرمن فوج کو بھی تیار کر رکھا تھا۔ بڑی دیر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ لیکن کوئی خاص نتیجہ حاصل ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ آخر چند گھنٹوں کے لئے اس گفت و شنید کو منقطع کر کے دونوں آدمی یعنی چیمبرلین اور ہٹلر دریائے رائن

کہ دونوں کناروں پر اس طرح اپنے اپنے مورچوں میں داخل ہو کر بیٹھ گئے کہ گویا دو دشمن اپنے قلعوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہوں۔ پھر ایک بار دوبارہ دکھائی دینے لگا کہ لڑائی ضرور ہوگی۔ تمام لوگوں کا خیال تھا کہ چیمبرلین کے واپس آتے ہی جرمن فوج کوچ شروع کر دیگی اور جنگ کا آغاز ہو جائیگا۔ آخر بڑی رات گئے چیمبرلین نے پھر ایک بار ہٹلر سے ملاقات کی۔ بظاہر وہ اس کو الوداع کہنے گیا تھا۔ لیکن باتوں باتوں میں ساری رات کٹ گئی اور دن نکل آیا۔ ہٹلر اپنی بات سے گو پیچھے نہ ہٹا تاہم چیمبرلین کی کوششوں کا اتنا نتیجہ ضرور ہوا۔ کہ دنیا کو تھوڑے عرصہ کے لئے امن نصیب ہو گیا۔

ادھر جرمن نے جنگ کی دھمکیاں دینی شروع کیں۔ اور زیکو سلاواکیہ میں بھی لام بندی شروع ہو گئی تو مجبوراً فرانس کو انکی پیروی کرنی پڑی۔ لیکن نتیجہ ان ساری باتوں کا یہ ہوا کہ ہر قسم کی مصالحانہ گفتگو بند ہو گئی۔ جو تھوڑی سی مہلت چیمبرلین کی کوششوں سے ملی تھی۔ اس کی میعاد ختم ہو گئی اور یورپ پھر جنگ کے دہانے پر جا پہنچا۔ سب لوگوں نے جان لیا کہ جس وقت کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ وہ آخرکار آن پہنچا۔ صدر مقامات میں گیس کے نقاب تقسیم ہونے شروع ہوئے اور لندن میں ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے زوردار تیاریاں عمل میں لائی گئیں۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ کب دشمن کے طیارے شہر پر اڑتے نظر آئیں گے۔ لیکن اس وقت بھی جب یاس کے بادل ہر طرف

چھائے ہوئے تھے۔ ایک آواز ایسی تھی۔ جو اُمید کا دامن نہ چھوڑتے ہوئے اب تک حوصلہ کی جھلک اپنے اندر رکھتی تھی۔ پارلیمنٹ کا وہ اجلاس شروع ہونے سے پہلے جس نے جنگ کے متعلق آخری فیصلہ کرنا تھا۔ صرف ۲۴ گھنٹے قبل نیول چیمبرلین نے براڈکاسٹ کرتے ہوئے یہ لفظ کہے تھے۔ جب تک عملی طور پر جنگ شروع نہ ہو جائے ہمیں اُمید ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔

دوران تقریر میں اس نے زمانہ حال کی ہیبت ناک جنگ کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا وہ ناقابل فراموش ہیں۔ کہا :-

"کتنی عجیب بات ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کتنی ناقابل یقین یہ حقیقت ہے۔ کہ ہم ابھی سے خندقیں کھودنے اور گیس کے نقاب تقسیم کرنے لگے ہیں"!

تاہم وہ برطانی رعایا کو کسی دھوکے میں نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے عوام کو ہر قسم کے مہیب امکانات کے لئے تیار کرنا ضروری سمجھا۔ دنیا حالات کی رفتار سے اس قدر تنگ آچکی تھی۔ کہ جب چوبیس گھنٹے کے جرمن الٹی میٹم کی موجودگی میں چیمبرلین نے ریڈیو پر تقریر کی تو ہر شخص کا خیال تھا کہ بس امن کا خاتمہ ہے۔ کسی کو چیمبرلین کے بے حوصلہ اور بے جان وعدوں پر یقین نہ تھا۔ تاہم اس نے کہا :-

"جب تک صلح اور امن کا بعید سا امکان بھی باقی ہے میں

نہ تو آشتی آمیز سمجھوتہ سے مایوس ہوں اور نہ صلح اور آشتی کے لئے
اپنی کوششیں ترک کروں گا۔ میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ اگر میرے
جرمنی جانے سے کچھ بھی فائدہ ظہور میں آسکتا ہو۔ تو مجھے تیسری بار وہاں
جانے سے بھی تامل نہ ہوگا لیکن افسوس ہے دوست مجھ کو کوئی بات
ایسی نظر نہیں آتی۔ جو میں سمجھوتہ کے بارے میں کرسکوں"
اب دنیا میں صرف ۲۴ گھنٹوں کے لئے امن باقی رہا تھا۔ اس کے
بعد واقعات کا تیزی رفتار کے ساتھ شروع ہو جانا یقینی تھا۔ جرمن
زیکو سلواکیہ پر حملہ کر دیگا۔ فرانس اور روس اپنے کئے ہوئے معاہدات
کے مطابق اس کی امداد پر مجبور ہوں اور برطانیہ کو اپنے سیاسی رفیق
فرانس کی امداد کرنی پڑے گی۔ اس طرح عالمگیر جنگ شروع ہو جائیگی۔
۲۴ گھنٹہ کا عرصہ ایک سراسر ناچیز عرصہ تھا۔ لیکن اس عرصے کے
اندر ہی چیمبرلین نے وہ کام کرکے دکھایا۔ جو طاقت انسانی سے باہر
سمجھا جا سکتا ہے۔ ہٹلر کے نام کچھ نئے پیغامات بھیجے گئے۔ اور روزویلٹ
(پردھان امریکہ) نے امن کے سلسلہ میں اس آدمی کی تائید شروع کی
جو اس وقت آخر میں ہٹلر کی رائے پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔ اشارہ
مسولینی کی طرف ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب مخالفوں کو یہ جاننے کا
موقعہ ملا کہ چیمبرلین نے اٹلی کے ڈکٹیٹر سے جو دوستانہ پیدا کیا تھا۔
وہ بے نتیجہ ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ مسولینی دخل انداز ہوا۔
لیکن ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء کو چیمبرلین نے پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر

یہ بات کہی۔ کہ "میں نے امن کے لئے جو کوشش کی تھی۔ افسوس اس کا کچھ نتیجہ نہیں نکل سکا"۔ تو اس کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ اس کی تقریر کے آخری فقرے جنگ کی بجائے امن کا اعلان کرنے والے ثابت ہوں گے۔

اس موقعہ پر جو تقریر چیمبرلین نے (جو دنیا کی قسمت کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا) کی وہ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ہوئی۔ وہ اس تقریر کے آخری حصہ تک پہنچ چکا تھا کہ لارڈ میلی فکس نے کاغذ کا ایک پرزہ چپکے سے اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ معلوم ہوا کہ ہٹلر نے پھر ایک مرتبہ اس کو ملاقات کے لئے میونچ طلب کیا ہے۔ اس رقعہ کے ہاتھ میں آنے سے پہلے چیمبرلین یہ حسرتناک الفاظ کہہ چکا تھا کہ مجھے اس بارہ میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ میرے جانے سے ہی حملہ رکا ہے"۔ اتنے میں اس نے رقعہ کا مضمون پڑھا۔ تھوڑی دیر کے لئے پارلیمنٹ میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ یکایک چیمبرلین کے چہرہ پر آثار کی تبدیلی نمایاں ہوئی۔ کیونکہ اس پرزہ کاغذ میں جو کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس کے معنی یہی ہو سکتے تھے کہ اب جنگ نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کی دلی آرزو کے مطابق امن ہی قائم رہیگا۔ چنانچہ اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا :-

"میں ہوس کو ایک نئی خبر سناتا ہوں۔ ہر ہٹلر نے مجھ کو اطلاع بھیجی ہے کہ وہ کل صبح مجھ سے بمقام میونچ ملاقات کرنا چاہتے ہیں"

چہرے پر مسکراہٹ پیدا ہوگئی اور ساتھ ہی اس نے کہا :-

"آپ لوگ سمجھ ہی سکتے ہیں کہ میرا جواب کیا ہوگا"

اس موقعہ پر کئی سال ویسٹ منسٹر میں خوشی کے ایسے نظارے دیکھے گئے۔ جن کی مثال ایک مدت دراز تک دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ خاندان شاہی کے لوگ مدبر، معزز ممبران پارلیمنٹ۔ اخبار نویس اور عام پبلک نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اظہار مسرت کیا۔ کیونکہ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ چیمبرلین نے وہ کامیابی حاصل کر کے دکھائی ہے جو طاقت انسانی سے باہر معلوم ہوتی تھی"

میونخ کانفرنس کے بعد واقعات نے جو صورت اختیار کی۔ اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ حالات اس قدر تازہ ہیں کہ ہر شخص انکی بنا پر اپنے آپ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔ ہم فی الحال کسی بات کے حق میں یا خلاف کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ مگر ہاں ایک بات یقینی ہے۔ چیمبرلین نے جیسی زبردست کوشش یورپ کا امن قائم رکھنے کے لئے اول سے آخر تک کی ہے ایسی کبھی کسی موقعہ پر کسی مدبر کی طرف سے نہیں ہوئی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جس شخص کے متعلق اس کے تجربہ کار اور ماہر فن سیاست باپ کا یہ خیال تھا کہ قدرت نے اس کو پالیٹکس میں حصہ لینے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔ آج وہی آدمی نہ صرف اپنے خاندان کا سب سے زیادہ نام روشن کرنے والا۔ بلکہ موجودہ زمانے کا سب سے بڑا مدبر ثابت ہوا ہے"

ختم شد

دُنیا کا امن

ہر ہٹلر کی زبان اور تلوار کی نوک پر

اس نے یہ طاقت کیسے حاصل کی؟

یہ راز جاننے کے لئے ہر ہٹلر کی مشہور عالم تصنیف

میری جدوجہد

مترجمہ

شری سُت شانتی نارائن سابق ایڈیٹر بندے ماترم و سوراجیہ الہ آباد۔ جو جولائی ۱۹۳۸ء تک دُنیا بھر کی سب زبانوں میں ۲۶ لاکھ سے زیادہ فروخت ہو چکی ہے۔ انگریزی میں ترجمہ ہونے پر صرف ایک ماہ میں چھ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ اردو میں پہلا ایڈیشن صرف ۲½ ماہ کے قلیل عرصہ میں ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے۔ جلد طلب فرماویں۔ ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ۵۰۰ صفحات بڑھیا کاغذ اور سنہری جلد کے باوجود قیمت صرف ۴؏ محصولڈاک علاوہ ؎

ملنے کا پتہ:۔ نرائن دت سہگل تاجر کتب لوہاری گیٹ لاہور

آخری تحفہ

حجم ۲۵۰ صفحے نفیس لکھائی چھپائی مع ٹائیٹل

قیمت مجلد صرف ایک روپیہ چار آنے

یہ وہ افسانے ہیں جو منشی پریم چند نے اپنی زندگی کے آخری زمانے میں لکھے تھے اُن کی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں حسب ذیل امور کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

(۱) مختصر افسانہ ادب کی سب سے زیادہ مؤثر اور دلچسپ صنعت ہے جس میں قلم کا مصور کم سے کم خط و خال میں زندگی کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی تصویر کھینچتا ہے

(۲) ہندوستان کے ادیبوں میں مختصر افسانہ پریم چند کا حصہ ہے وہ متفقہ طور پر اس قلمرو کے بادشاہ تسلیم کئے جا چکے ہیں۔

(۳) پریم چند نے ترقی پذیر طبیعت پائی تھی وہ اپنے فن میں یکے بعد دیگرے مدارج کمال طے کر رہے تھے ان کا ہر نقش ثانی نقش اول سے بہتر ہوتا تھا۔

(۴) آخری تحفہ پریم چند کے افسانوں کا نقش آخر ہے یہ اس زمانہ کی تصنیف ہے جب ان کا ذہن زندگی کے نشیب و فراز سے آشنا ہو کر گرم و سرد کا مزہ چکھ کر پختہ کار ہو چکا تھا ان کا اصول بیان منجھتے منجھتے صاف سادہ سلیس اور ہموار ہو گیا تھا اسلئے انکی ادبی کوششوں کا حاصل ان کے فنی کمالات کا نچوڑ یہی ۲۵۰ صفحے کی کتاب ہے جسے "آخری تحفہ" کہتے ہیں۔

آخری تحفہ اتنا مقبول ہوا ہے کہ پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا اور دوسرا ایڈیشن قریب ہے کہ ختم ہو جائے۔

(منشی صاحب کی دیگر کتب) واردات عہ، زادِ راہ عہ، گئودان عمار، میدان عمل عمار، فردوس خیال افسانے عہ، پردہ مجاز عمار۔

ملنے کا پتہ:۔ نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور